بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجماعۃ

مدیر "تکبیر" محمد صلاح الدین صاحب کے مختلف مضامین میں کیے جانے والے شکوک و شبہات کا مکمل و محققانہ جواب۔

مسعود احمدؒ

جماعت المسلمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم	صرف ایک	یعنی : اللہ تبارک وتعالےٰ	.. اللہ کے سوا کوئی نہیں
ہمارا امام	صرف ایک	یعنی : محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	.. فرقہ وارانہ امام نہیں
ہمارا دین	صرف ایک	یعنی : اللہ کا پسند کردہ دین اسلام	.. فرقہ وارانہ مذہب نہیں
ہمارا نام	صرف ایک	یعنی : اللہ کا رکھا ہوا نام مسلمین	.. فرقہ وارانہ نام نہیں
بنیادِ محبت	صرف ایک	یعنی : اللہ تعالےٰ سے تعلق	.. دُنیوی تعلقات نہیں
وَجہِ افتخار	صرف ایک	یعنی : ایمانٌ باللہ العظیم	.. وطن اور زبان نہیں

اگر آپ ہماری اس دعوت سے متفق ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔
تعارفی پمفلٹ مفت طلب فرمائیں۔

جماعت المسلمین

{فون 6677870} مسجد المسلمین ۔ کوثر نیازی کالونی ۔ نارتھ ناظم آباد، بلاک جی، کراچی ۳۳

کتابت ———————— عبدالحفیظ
اشاعت ———————— دوم
سال طباعت ———————— ۱۴۲۴ھ، ۲۰۰۳ء
تعداد ———————— ایک ہزار

جماعت المسلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجماعۃ

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۵	پیش لفظ	۱
۹	جماعۃ المسلمین حق پر ہوگی ، فرقے گمراہی پر ہوں گے	۲
۹	الجماعۃ جنّت میں ، فرقے دوزخ میں	۳
۱۱	مودودی صاحب کا تضاد	۴
۱۲	دنیاوی علائق حق کو تسلیم کرنے میں مانع ہیں	۵
۱۳	آیات بیّنات اور احادیث کے خلاف مذاہب کے مسائل	۶
۱۴	جمہوریت غیر اسلامی چیز ہے	۷
۲۰	عبادہ بن صامت رض نے حضرت ابوبکر رض کی بیعت نہیں کی۔ صلاح الدین صاحب کی فاش غلطی	۸
۲۳	حضرت سعد رض اور بیعت	۹
۲۴	حضرت علی رض اور بیعت	۱۰
۲۵	ثقیفہ بنی ساعدہ میں انتخاب کا تاریک منظر	۱۱
۲۶	ثقیفہ بنی ساعدہ میں انتخاب کا روشن منظر	۱۲
۲۹	ضمیمہ ۱	۱۳
	صلاح الدین صاحب کا الزام کہ جماعت المسلمین میں شامل نہ ہونے والا کافر ہے ۔ صلاح الدین صاحب کی ناکامی . .	۱۴

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۳۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثال اخلاق کا ایک نمونہ . . .	۱۵
۳۴	فقہ کا حدیث کے خلاف مسئلہ	۱۶
۳۶	صلاح الدین صاحب کا زبردست اتہام	۱۷
۳۷	محمود الحسن صاحب کی گھڑی ہوئی آیت	۱۸
۴۰	صلاح الدین صاحب نے اتہام کو پھر دوہرایا ہے	۱۹
۴۱	صلاح الدین صاحب کی فاش غلطی جس کو انہوں نے بعد میں سہو قرار دیا	۲۰
۴۷	اصول فقہ کے غیر اسلامی اصول	۲۱
۵۲	صلاح الدین صاحب کی مجبوری یا کمزوری	۲۲
۵۵	دل سے بیعت پھر بھی جماعت سے علیحدگی !	۲۳
۶۱	وہ سوالات جن کے جوابات صلاح الدین صاحب نے نہیں دیئے . .	۲۴
۶۴	صلاح الدین صاحب کا استہزاء اور تمسخر	۲۵
۶۸	ضمیمہ ۲ ۔ کفایت اللہ صاحب کے اعتراضات اور ان کے جوابات	۲۶
۷۳	ضمیمہ ۳ ۔ صلاح الدین صاحب سے ایک صاحب کے سوالات ۔ صلاح الدین صاحب کی غلطیوں کی نشاندہی	۲۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

حال ہی میں ہفت روزہ "تکبیر" کے مدیر جناب محمد صلاح الدین صاحب کا ایک مضمون دو قسطوں میں رسالہ "تکبیر" میں شائع ہوا۔ یہ مضمون جہاں جماعت المسلمین کی شہرت کا باعث بنا وہاں مذہب اور فرقہ پرستوں کے لئے مخالفت برائے مخالفت کا خوشنما بہانہ بھی بن گیا۔

جناب صلاح الدین صاحب کا مضمون جو ایک طرف مذہب و مسلک کی حفاظت اور اس کی تائید تھا تو دوسری طرف جناب مسعود احمد صاحب کا جوابی مضمون خالص دینی نوعیت کا حامل تھا۔ ان مباحث میں ہر طالبِ حق و صداقت کے لئے ایک جان نواز راہِ عمل کھل کر سامنے آگئی اور اب وہ دونوں مضامین کو سامنے رکھ کر بہ آسانی فیصلہ کر سکتا ہے کہ حق و صداقت کا علمبردار کون ہے؟

صلاح الدین صاحب نے ہر قسم کے اختلاف کے باوجود اپنے حالیہ مضمون میں مسعود احمد صاحب کے متعلق جو تعارفی تبصرہ تحریر فرمایا ہے وہ گویا ایک مثال ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ اس حقیقت بیانی کے باوجود صلاح الدین صاحب کے سامنے وہ کون سے محرکات تھے جن کی بناء پر وہ امیر جماعت المسلمین کے خلاف بلا جواز ایک محاذ کھڑا کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ صلاح الدین صاحب فرماتے ہیں :

مسعود احمد صاحب انتہائی متقی، وسیع المطالعہ، کثیر التصنیف اور دین کے ساتھ گہری و مخلصانہ وابستگی رکھنے والے بزرگ ہیں۔ ان کی یہ خواہش اور شدید تمنا قابل قدر ہے کہ ہر مسلمان کی زندگی قرآن و سنت کے مطابق اور اسوہ رسول ؐ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہو۔ وہ اپنے حسن نیت کا پورا اجر اپنے رب سے پائیں گے۔ ویسے بھی بخاری کی پہلی حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کے مطابق ہماری جزا و سزا کا اصل انحصار ہماری نیتوں پر ہے، ظاہری عمل پر نہیں۔

مجھے مسعود احمد صاحب کی "تفسیر قرآن عزیز" ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتاب "دو اسلام" کے جواب میں لکھی جانے والی حجیتِ حدیث پر گرانقدر تصنیف "تفہیم الاسلام"، "تاریخ الاسلام والمسلمین" اور دوسری متعدد تصانیف کے مطالعہ کا موقعہ ملا ہے۔

ان کے ہاں قرآن و حدیث سے قریب تر رہنے اور دوسروں کو رکھنے کا غیر معمولی جوش و جذبہ اور اس کے لئے مخلصانہ عرق ریزی کا قابل تحسین شوق و انہماک پایا جاتا ہے۔" (تکبیر شمارہ ۷ ۱۸ر فروری صفحہ ۱ کالم ۲)

بلا شک و شبہ جناب مسعود احمد صاحب ان تعریفی و توصیفی کلمات سے بالاتر دین کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ ان سے شدید ترین اختلاف رکھنے والے بھی ان کی دینی خدمات کے تہ دل سے معترف ہیں۔

عصرِ حاضر کی تمام تحریکوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو جو چیز سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ مسعود احمد صاحب اس زمانے کی پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے مذہب و مسلک سے وابستگیاں قائم رکھ کر دین اسلام کا احیاء نہیں کیا انہوں نے "واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا" کے حکم ربّی ذی الجلال والاکرام اور حکم مربّی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "فاعتزل تلک الفرق کلھا" کی اصل روح اور اسکے تقاضوں کے عین مطابق عمل کیا اور فرقہ وارانہ مذاہب سے اسلام کو علیحدہ کیا۔

یہ قدرتی امر تھا کہ فرقوں سے بیزار لوگوں کو فرقوں سے نجات کی ایک عملی شکل نظر آئی اور اس طرح "جماعت المسلمین" کو استحکام حاصل ہوا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا مذہب اور مسلک کی حمایت و وکالت کسی کو کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے؟ کیا اس طرح فرقہ بندی ختم ہو سکتی ہے؟ کیا مذہب اور مسلک اور اپنے خود ساختہ نظریات پر جمے رہنا اتنا ضروری ہے کہ فضول تاویلوں کو اسلام کی تشریح قرار دیا جائے؟ کیا صحافت اسی کا نام ہے کہ دوسرے پر جتنی چاہے کیچڑ اچھال دی جائے اور اس کو صفائی کا موقع بھی نہ دیا جائے؟ یہ تکبیر ہے یا تکبّر؟

المختصر محمد صلاح الدین صاحب کے قیاسی دلائل اور جناب مسعود احمد صاحب کے شرعی دلائل کا تقابلی مطالعہ کیجئے اور فیصلہ کیجئے کہ گمراہی کا دلدل کس طرف ہے۔

محمد یوسف۔ مدیر "المسلم"
۵ر شوال ۱۴۱۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"الجماعۃ"

مؤقر جریدہ "تکبیر" شمارہ نمبر ۴۷ مؤرخہ ۱۹ نومبر ۱۹۹۲ء اور شمارہ نمبر ۵۰ مؤرخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۹۲ء میں جناب محمد صلاح الدین صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے: "اسلامی ریاست میں فرد اور جماعتوں کے باہمی تعلقات"۔ انہوں نے اس مضمون میں چند باتیں ایسی تحریر فرمائی ہیں جن میں کلام کرنے کی کافی گنجائش ہے یا یوں کہنا چاہیئے کہ چند باتیں اس مضمون میں ایسی آگئی ہیں جو حقائق کے خلاف ہیں اور جن کی نشان دہی ضروری ہے۔ جناب صلاح الدین صاحب سے گزارش ہے کہ وہ مزید غور فرما کر متلاشیانِ حق کی تسلّی فرمائیں۔

صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :-

"یہ وہ آیات اور احادیث ہیں جو ایک مسلم معاشرے میں جماعت سازی کے لئے بطور جواز پیش کی جاتی ہیں اور انہی کی بنیاد پر بعض جماعتوں کے بانی رہنما مسلمانوں کے لئے اپنی پسند کی کسی نہ کسی جماعت سے وابستگی کو فرضِ عین قرار دیتے ہیں اور اس کے وجوب و لزوم کا فتوٰی صادر کرتے ہیں۔ اس معاملہ میں تنظیم اسلامی کے سربراہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور جماعت المسلمین کے بانی جناب مسعود احمد صاحب سرِفہرست ہیں۔ دوسری تمام جماعتیں بھی جن میں احرار، خاکسار، تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، جمعیت علمائے پاکستان، جمعیت علمائے اسلام، جمعیت اہلحدیث اور دوسری دینی جماعتیں شامل ہیں اپنے اپنے لٹریچر میں انہی آیات اور احادیث کو اپنے قیام کے جواز میں پیش کرتی ہیں لیکن ان کے ہاں وہ شدّت نہیں جو ڈاکٹر اسرار احمد اور جناب مسعود احمد کے مؤقف میں پائی جاتی ہے۔ مولانا سید ابو اعلیٰ مودودی بھی اگرچہ ایک ہمہ گیر اسلامی انقلابی جماعت کے بانی ہیں لیکن وہ جماعتی زندگی کی ضرورت و اہمیت پر غیر معمولی زور دینے کے باوجود اسے شرائط ایمان میں شامل نہیں کرتے۔" (تکبیر شمارہ نمبر ۴۷ صفحہ ۹ کالم ۲)

مندرجہ بالا اقتباس سے واضح ہے کہ جناب صلاح الدین صاحب نے تنظیم اسلامی اور

جماعت المسلمین کی طرف اس بات کو منسوب کیا ہے کہ یہ دونوں جماعتیں ان کی اپنی جماعت میں شمولیت کو شرطِ ایمان سمجھتی ہیں یعنی یہ دونوں جماعتیں اس شخص کو کافر سمجھتی ہیں جو ان کی جماعت میں شامل نہ ہو۔ معلوم نہیں صلاح الدین صاحب نے یہ بات کس بنیاد پر لکھی ہے۔ ذیل میں تنظیم اسلامی کے سربراہ جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی تقریر کا ایک اقتباس نقل کیا جارہا ہے جس سے ڈاکٹر صاحب کا موقف مکمل کر سامنے آجاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں :۔

فتنے کیسے اٹھتے ہیں

"ہمارے ملک کے دینی کام کرنے والے لوگوں نے مسلمانوں میں کام کرنے کے لئے جماعتوں کی تشکیل کی ہے، ہم نے بھی تنظیم اسلامی قائم کی لیکن ہمارا دعویٰ یہ نہیں کہ جو تنظیم میں ہے وہ مسلمان ہے اور جو تنظیم سے باہر ہے وہ کافر۔ جو لوگ اس انتہا پسندی کو پہنچ جاتے ہیں وہ بہت بڑے فتنے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔" (ندائے خلافت جلد ا شمارہ ۲۰ مورخہ ۸ رجون ۱۹۹۲ء اشاعت کی تاریخ ۸ رجولائی ۱۹۹۲ء)

مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہوا کہ جناب صلاح الدین صاحب نے تنظیم اسلامی کی طرف جو بات منسوب کی ہے وہ صحیح نہیں۔

جماعت المسلمین کی طرف بھی صلاح الدین صاحب نے وہی عقیدہ منسوب فرمایا ہے جو تنظیم اسلامی کی طرف منسوب کیا ہے، کیا صلاح الدین صاحب بتا سکتے ہیں کہ جماعت المسلمین کی کس کتاب میں یا کس کتابچہ میں یہ عقیدہ تحریر ہے۔ جماعت المسلمین کسی کو کافر نہیں کہتی ہاں فعلِ کفر کو کفر ضرور کہتی ہے۔ جماعت المسلمین کا تو بس اتنا قصور ہے کہ وہ آیت یا حدیث نقل کر دیتی ہے۔ جماعت کے مخالفین اس آیت یا حدیث سے خود ہی منطقی طور پر نتیجہ نکالتے ہیں اور اس نتیجہ کو جماعت کی طرف منسوب کر کے جماعت کو بدنام کرتے ہیں۔ جماعت المسلمین نے وہ حدیث جس پر دبیز پردے ڈال دئے گئے تھے سامنے لاکر رکھ دی تاکہ اس کی روشنی میں فرقوں کو ختم کر دیا جائے اور ایمان والوں کی صرف ایک جماعت ہو جس کا نام جماعت المسلمین ہو۔

وہ حدیث جس کی بنیاد پر جماعت کو بدنام کیا جاتا ہے مختصراً و ملخصاً درج ذیل ہے :۔

" فتنوں کے ایک خاص زمانے کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا :۔

"تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامَهُمْ"، جماعت المسلمین اور اس کے امام سے چمٹ جانا (صحیح بخاری

وصحیح مسلم)۔ صحابی پوچھتے ہیں : اگر جماعت المسلمین اور اس کا امام نہ ہو تو کیا کروں ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا ۔ ان تمام فرقوں سے علیحدہ رہنا " (صحیح بخاری وصحیح مسلم) یعنی اگر جماعت المسلمین نہ ہو تب بھی فرقوں میں شامل نہ ہونا ۔

صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

" ان (آیات واحادیث) کا مخاطب ہر کلمہ گو مسلمان ہے خواہ وہ کسی جماعت کے اندر ہو یا اس سے باہر وہ بہر حال " الجماعت " کے دائرے میں ہے " (تکبیر شمارہ ۴۷ صفحہ ۱ کالم ۱)

صلاح الدین صاحب بتائیں کہ مندرجہ بالا حدیث میں جس جماعت المسلمین کا ذکر ہے وہ " الجماعۃ " ہے یا نہیں ۔ اگر ہے اور یقیناً ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو " الجماعۃ " کے علاوہ کسی اور جماعت سے چمٹنے کا حکم دے ہی نہیں سکتے تو پھر صلاح الدین صاحب بتائیں کہ " الجماعۃ " کے علاوہ جو فرقے ہیں جن سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے وہ کیا ہیں ؟ مسلم ہیں یا کچھ اور ؟ اگر وہ مسلم ہیں تو پھر وہ فرقے بھی جماعت المسلمین ہوئے ایسی صورت میں کونسی جماعت المسلمین سے چمٹا جائے اور حدیث مذکور پر کس طرح عمل ہو ؟ اگر وہ مسلم نہیں ہیں جیسا کہ مخالفین ، حدیث کے مضمون سے منطقی نتیجہ نکالتے ہیں تو آخر پھر وہ کیا ہیں ؟

مسلمانوں میں کوئی فرقہ بھی ایسا نہیں گذرا اور نہ اس وقت موجود ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتا ہو یا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی " الجماعۃ " سے نکلنے کا اقرار کرتا ہو تو پھر بقول صلاح الدین صاحب وہ تمام فرقے " الجماعۃ " کا جزء ہوئے اور جب وہ " الجماعۃ " کا جزء ہوئے تو پھر بقول صلاح الدین صاحب وہ مسلم ہوئے تو پھر ان کی جماعت کو " جماعت المسلمین " کیوں نہیں کہا گیا ، کیوں ان سے علیحدہ رہنے کا حکم دیا گیا ؟

اسی سلسلہ کی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے :۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

ان ھذہ الملة (وفی نسخة الامة) ستفترق علی ثلث وسبعین ، ثنتان وسبعون فی النار وواحد فی الجنة وھی الجماعة (ابوداؤد کتاب السنة باب شرح السنة ۔ سندہ صحیح ۔ مرعاۃ شرح مشکوٰۃ وتعلیقات للالبانی علی المشکوٰۃ)

یہ امت ۷۳ اجزاء میں تقسیم ہو جائے گی ۔ ۷۲ دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں اور وہ (جزء) " الجماعۃ " ہوگا ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امت کے ۷۲ اجزاء دوزخ میں جائیں گے اور صرف ایک جزء جنت میں جائے گا۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ۷۲ اجزاء "الجماعۃ" میں شامل نہیں ہوں گے لیکن صلاح الدین صاحب فرماتے ہیں کہ تمام اجزاء "الجماعۃ" میں شامل ہیں، کوئی بھی الجماعۃ سے خارج نہیں اس لئے کہ وہ الجماعۃ میں ہونے کے تمام شرائط کو پورا کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جبریہ، قدریہ، مرجئہ، خوارج، شیعہ وغیرہ سب الجماعۃ کے اجزاء ہیں۔ صلاح الدین صاحب شاید یہ فرمائیں گے "الجماعۃ" سے ان کی مراد "اہل السنّت والجماعت" ہے تو پھر وہ یہ بتائیں کہ جماعت المسلمین کے افراد تو "اہل السنّت والجماعت" میں شامل نہیں ہیں وہ کہاں جائیں گے؟ وہ مسلم ہیں یا نہیں؟

الغرض حدیث سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ ۷۲ اجزائے امّت یعنی ۷۲ فرقے الجماعت یعنی جماعت المسلمین میں شامل نہیں ہیں۔ اب جو شخص جو نتیجہ نکالنا چاہے نکال لے۔

صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں تو یہاں تک کہہ اور لکھ چکا ہوں کہ آج کوئی حنفی اگر حنبلی بن جائے یا کوئی مالکی شافعی مسلک اختیار کرلے یا چاروں مسالک کو چھوڑ کر غیر مقلد بن جائے، اہلحدیث کا مسلک اختیار کرلے یا ایک معاملہ میں ایک امام کی اور دوسرے میں کسی اور کی رائے پر عمل کرے تب بھی اس کا ایمان کہیں نہیں جاتا" (تکبیر شمارہ نمبر ۵ ص ۹ کالم ۳ اور صفحہ ۱۰ کالم ۱)

مطلب یہ ہے کہ فقہی اختلافات کی بنیاد پر بننے والے فرقے "الجماعۃ" میں شامل ہیں اور سب مسلم ہیں، سب کا دین اسلام ہے تو سوال یہ ہے کہ جب سب کا دین اسلام ہے تو ایک اسلام کے ۵ اسلام کیسے بن گئے۔ کسی کے ہاں کوئی چیز حلال ہے تو وہی چیز کسی دوسرے کے ہاں حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:۔

اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ ۔ دین قائم کرو اور دین میں تفرقہ بازی نہ کرو۔
(الشوریٰ ـ ۱۳)

حلال و حرام کا فرق تفرقہ بازی ہے یا نہیں؟ فتووں کے ذریعہ حلال یا حرام کرنا دین سازی ہے یا نہیں؟ دین میں فتووں کو شامل کرنا شرک فی الدین ہے یا نہیں؟ دین میں اضافہ کرنا "اکملت لکم دینکم" کے منافی ہے یا نہیں؟ دین میں آمیزش کرنا "الا للہ الدین الخالص (الشوریٰ)" کی ضد ہے یا نہیں؟ "اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جن باتوں کو ماننے اور جن باتوں کو نہ ماننے پر ایمان کا مدار رکھا ہے ان میں بعد کے کسی امام کا ماننا نہ ماننا شامل نہیں" (تکبیر شمارہ نمبر ۵ صفحہ ۱۰ کالم ۱)

تو پھر کیوں نہ سب ان اماموں کو چھوڑ کر صرف ایک امام کو مان لیں اور ایک جماعت بن کر " ولا تفرقوا " پر عمل کریں۔ جماعت المسلمین اس کے سوا اور کیا کہتی ہے۔ فرقہ بندی کو ختم کرنے کے لئے سب ہی کہتے رہتے ہیں لیکن عملی قدم کوئی اٹھانے کی جرأت نہیں کرتا۔ جماعت المسلمین اسی لئے بری ہے کہ اس نے اس سلسلہ میں عملی قدم اٹھایا ہے اور فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ان سب سے الگ ہو گئی ہے اور ان کو کالعدم کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔

سیاسی، فلاحی اور دینی جماعتوں کا ذکر کرتے ہوئے صلاح الدین صاحب نے ان تمام جماعتوں کو قابل برداشت سمجھا ہے لیکن دوسری طرف ان جماعتوں کو دین کے لئے نقصان دہ بھی ثابت کیا ہے اور ان کو تفرقہ پردازی کا مجرم بھی قرار دیا ہے۔ صلاح الدین صاحب سید مودودی صاحب کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں :-

" یہ قوم (مسلمان) تو پہلے ہی سے ایک جمعیت ہے۔ اس جمعیت کے اندر کوئی الگ جمعیت الگ نام سے بنانا اور مسلمان اور مسلمان کے درمیان کسی وردی یا کسی ظاہری علامت یا کسی خاص نام یا کسی خاص مسلک سے فرق و امتیاز پیدا کرنا اور مسلمانوں کو مختلف پارٹیوں میں تقسیم کرکے ان کے اندر گروہ بندیوں اور فرقوں کی مصیبتیں پیدا کرنا دراصل مسلمانوں کو مضبوط کرنا نہیں ہے بلکہ ان کو اور کمزور کرنا ہے۔ یہ تنظیم نہیں تفرقہ پردازی اور گروہ بندی ہے۔" (تکبیر شمارہ ۱۴ ص۹ کالم ۲)

مودودی صاحب کے مندرجہ بالا فرمودات سے جماعت المسلمین سو فیصدی متفق ہے اور جناب صلاح الدین صاحب بھی متفق ہیں تو پھر وہ جماعت المسلمین سے کیوں ناراض ہیں؟ جماعت المسلمین سے کیوں الگ ہیں؟ مندرجہ بالا تحریر سے معلوم ہوا کہ کسی خاص نام (مثلاً حنفی، اہلحدیث، جماعت اسلامی وغیرہ) کسی خاص مسلک (مثلاً حنفی مسلک، اہلحدیث مسلک وغیرہ) مسلمانوں کو مختلف پارٹیوں (مثلاً جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت وغیرہ میں) تقسیم کرنا تفرقہ پردازی ہے۔ یہ مسلمانوں کو مضبوط کرنا نہیں بلکہ کمزور کرنا ہے تو پھر یہ سب کچھ کیوں ہوا اور کیوں ہو رہا ہے اور کیوں انہیں برداشت کیا جا رہا ہے، کیوں ان کے خلاف قدم نہیں اٹھایا جاتا! سیدھی سی بات ہے کہ سب کے نزدیک برا بننا کوئی نہیں چاہتا۔ خود مودودی صاحب نے پارٹی بنائی اور اپنے حنفی ہونے کا اقرار کیا۔ کیا یہ قول و فعل کا تضاد نہیں ہے۔ امید ہے کہ جناب صلاح الدین صاحب تو اپنی حد تک اس تضاد کو ختم کریں گے۔

رشتہ داریاں، دوستیاں اور ذاتی مفادات یہ ایسی چیزیں ہیں کہ ان کی وجہ سے انسان حق

کو قبول نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :۔

وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (العنکبوت ۔ ۲۵)

اور (ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم سے یہی) کہا : تم جو اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو تو صرف دنیاوی زندگی میں آپس کی محبت (ومیل ملاپ) کے لئے۔

۔یہی آجکل ہورہا ہے۔ کون رشتہ داروں اور دوستوں کی مخالفت مول لے، کون خود کو مصیبت میں ڈالے، کون سب کا دشمن بنے اور نقصان اٹھائے۔ کیوں نہ مرنجان مرنج بنے اور سب کی دوستی اور محبت سے فائدہ اٹھائے۔

سید مودودی صاحب کی تحریر کی روشنی میں صلاح الدین صاحب بتائیں : کیا "الجماعۃ" کا نقصان کرنے والے "الجماعۃ" کے وفادار ہوسکتے ہیں ؟ کیا "الجماعۃ" سے غداری یا بے وفائی کرنے والے "الجماعۃ" میں شامل ہوسکتے ہیں۔ صلاح الدین صاحب غالباً یہ جواب دیں گے کہ یہ ان کی نادانی ہے۔ ان کی نیت "الجماعۃ" کو نقصان پہنچانے کی نہیں ہے۔ صلاح الدین صاحب جب تفرقہ پردازی کا نتیجہ سامنے ہے، اظہر من الشمس ہے تو نیت کے مطابق عمل میں تبدیلی کیوں نہیں آتی۔ مزید برآں نادانی تو آپ کہہ رہے ہیں وہ تو اسے نادانی نہیں سمجھتے۔ آپ نادانی کہہ کر ان کے جرم کو ہلکا کررہے ہیں۔

اگر دینی فرقے "الجماعۃ" میں شامل ہیں، اسلام سے خارج نہیں ہوئے تو پھر ایک جماعت سے نکل کر کسی دوسری جماعت میں شامل ہونے پر کھلبلی کیوں مچ جاتی ہے اور دوسری طرف مسرت و انبساط کے ساتھ کیوں اعلان کیا جاتا ہے کہ آج فلاں شخص نے حنفی مذہب چھوڑ کر اہلحدیث مذہب اختیار کیا یا فلاں شخص نے مسلک اہلحدیث کو چھوڑ کر حنفی مسلک اختیار کیا۔ لطف یہ کہ وہ سب ایک دوسرے کو مسلم ہی سمجھتے ہیں۔ اگر کافر سمجھتے تو ایک دوسرے کے پیچھے نماز کیوں پڑھتے، ایک دوسرے کو بیٹی کیوں دیتے ؟ کیا کوئی مسلم کسی کافر کو اپنی بیٹی دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ الغرض یہ سب جماعتیں یا فرقے ایک دوسرے کو مسلم سمجھتے ہیں تو پھر رنج یا خوشی کا مظاہرہ کیوں کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص پہلے کسی خاص جماعت میں تھا تب بھی وہ مسلم تھا اور بعد میں کسی اور جماعت میں شامل ہوگیا تب بھی مسلم ہی رہا تو نہ خوشی کی ضرورت ہے اور نہ رنج کا موقع ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ ہر دو جماعتوں میں مسلم رہا تو پھر بلا وجہ دوسری جماعت میں کیوں شامل ہوا ؟ ضرور اس کی کوئی خاص وجہ ہے اور وہ ہے حق و ناحق کا امتیاز۔

ان فقہی گروہوں میں شامل کوئی شخص یہ نہیں کہتا کہ جو شخص اس کے مسلک یا مذہب کو نہ مانے وہ کافر ہے۔ مثلاً کوئی اہلحدیث نہیں کہتا کہ جو شخص ہمارے مسلک کا انکار کرے وہ کافر ہے اور نہ کوئی حنفی یہ کہتا ہے کہ جو شخص ہمارے مسلک کا انکار کرے وہ کافر ہے لیکن یہ سب بالاتفاق کہتے ہیں کہ جو شخص اسلام کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں کے مذاہب یا مسالک اسلام نہیں ہیں ورنہ ان کا انکار بھی کفر ہوتا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ایسے مسلک کو کیوں مانا جائے جس کا انکار کفر نہیں۔ حق کا انکار کفر ہوتا ہے۔ ان کے مسالک کا انکار کفر نہیں تو پھر وہ حق نہیں ہوئے۔ ایسی صورت میں اُس چیز کو کیوں نہ مانا جائے جس کا انکار کفر ہے یعنی صرف اسلام کو کیوں نہ مانا جائے۔ اس طرح سب ایک ہو جائیں گے اور پھر ترقی کے لئے راہ ہموار ہو جائے گی۔

ان فرقوں کا تو یہ حال ہے کہ آیت کچھ کہے، حدیث کچھ کہے لیکن یہ اپنے مذہب پر اڑے رہتے ہیں۔ کیا یہ ایمان ہے؟ مثلاً قرآن مجید میں ہے :-

(۱) " حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ (البقرۃ - ۲۳۲)

یعنی مدت رضاعت پورے دو سال ہے لیکن مذہب میں ہے کہ ڈھائی سال ہے۔

(۲) " وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ " (المدثر - ۴) اپنے کپڑوں کو پاک رکھو لیکن فقہ میں ہے کہ کپڑے پر اگر درہم سے کم نجاست غلیظہ لگی ہوئی ہو تو نماز ہو جائے گی۔

(۳) وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا (الاعراف - ۲۰۴) جب قرآن مجید پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو لیکن مذہب میں ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھتے رہو۔ کیا یہ حکم الٰہی کی خلاف ورزی نہیں ہے؟

(۴) خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف - ۳۱) ہر نماز کے وقت زینت کی چیزیں پہن لیا کرو لیکن ہوتا یہ ہے کہ زینت کی چیزیں اتار دی جاتی ہیں۔ کیا یہ اسلام ہے؟

(۵) وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (المدثر - ۵) گندگی سے دور رہو لیکن مذہب یہ ہے کہ اگر دو بڑے مٹکوں کے برابر پانی ہو تو اگر اس میں نجاست پڑ جائے تو وہ پاک رہے گا جب تک اس کا رنگ یا بُو یا مزا نہ بدلے۔ کیا اسلام کو ایسی طہارت مطلوب ہے؟

حدیث میں ہے کہ

(۱) جب سایہ ایک مثل ہو جائے تو عصر کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے (صحیح مسلم) ان کے ائمہ ثلاثہ بھی یہی کہتے ہیں (ہدایہ) لیکن مذہب یہ ہے کہ جب سایہ دو مثل ہو جائے تو عصر کی نماز کا

وقت شروع ہوتا ہے۔ کیا مذہب حدیث سے بالاتر ہے؟

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور ائمہ عظام سے زبان کی نیت ثابت نہیں (کبیری) پھر بھی زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے (ہدایہ) بدعت نہیں۔

اگر "الجماعۃ" کی یہی خصوصیات ہیں تو ایسی "الجماعۃ" سے اللہ کی پناہ۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ اسلام کے متوازی، خود ساختہ، قرآن مجید کے خلاف اسلام بنانے والے کون لوگ تھے اور کیا اب ان متوازی خود ساختہ اسلاموں کو ماننا ہی حق ہے (واضح رہے کہ ائمہ دین نے نہ یہ مذاہب بنائے اور نہ یہ فرقے بنائے۔ یہ بعد کی چیزیں ہیں جو بعد والوں نے ان کی طرف منسوب کر دی ہیں)۔

صلاح الدین صاحب مودودی صاحب کے حوالہ سے لکھتے ہیں:-

"اس قوم کو اگر کوئی چیز راس آسکتی ہے تو ایک ایسی جمہوری تحریک ہے جو پوری قوم کو ایک انجمن سمجھ کر شروع کی جائے" (تکبیر شمارہ ۴۷ ص۹ کالم ۲ و ۳)

مندرجہ بالا تحریر سے معلوم ہوا کہ اسلام میں جمہوریت نام کی کوئی چیز موجود ہے۔ یہ قطعاً صحیح نہیں۔ اسلام میں شورائیت ہے، جمہوریت نہیں۔ شورائیت میں بھی جمہور شریک نہیں ہوتے بلکہ چند ذی علم اور ذہین اشخاص شریک ہوتے ہیں جن کو خلیفہ منتخب کرتا ہے، جمہور منتخب نہیں کرتے۔ مزید برآں خلیفہ مشورہ تو لیتا ہے لیکن مشورہ کا پابند نہیں ہوتا۔ جمہوریت کا دارومدار اکثریت پر ہے اور اکثریت کا جو حال ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ — لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔

(یوسف ۔ ۴۰ و الروم ۔ ۳۰)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (الانعام ۔ ۱۱۶) — اور (اے رسول) اگر آپ نے دنیا میں (بسنے والے انسانوں) کی اکثریت کا کہنا مان لیا تو یہ آپ کو اللہ کے راستہ سے بھٹکا دیں گے۔

کیونکہ جمہوریت میں مسلم اور کافر کا امتیاز نہیں ہوتا لہذا مندرجہ بالا آیات جمہوریت پر پوری طرح منطبق ہوتی ہیں۔ اگر جمہوریت کو صرف مسلمانوں کی حد تک محدود کر دیا جائے تب بھی جمہوریت صحیح نہیں ہوگی۔ ایمان والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ — اور اکثر لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ اللہ پر ایمان

مُشْرِکُوْنَ ٥ (یوسف - ۱۰۶)   رکھنے کے باوجود مشرک ہوتے ہیں۔

آیت بالا سے ثابت ہوا کہ ایمان والوں کی اکثریت شرک کی مرتکب ہوتی ہے تو کیا ایسے لوگوں کی جمہوریت ایسا قانون نہیں بنا سکتی جو شرک یا کفر ہو۔ برطانیہ کی پارلیمنٹ نے کیا ایسا قانون نہیں بنایا جس نے ایک حرام فعل کو جائز قرار دے دیا۔ موجودہ مسلمانوں میں ایسے لوگوں کی اکثریت ہے جو شرک کے بہت سے عقائد اور اعمال کو شرک نہیں سمجھتے یا جنہوں نے ایک اسلام کے پانچ اسلام بلکہ اس سے بھی زیادہ اسلام بنا رکھے ہیں۔ صلاح الدین صاحب کے نزدیک سب "الجماعۃ" میں شامل ہیں تو ان لوگوں کی جمہوریت سے جو حکومت بنے گی وہ شرک اور کفر کا معجونِ مرکب ہوگی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضاء جوئی کے بجائے فرقوں کی رضاء جوئی کا لحاظ ہوگا۔ موجودہ شریعت ایکٹ سے اس کی بھرپور تائید ہوتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ "الجماعۃ" مشرکانہ عقائد رکھنے والے، الحاد کی باتیں کرنے والے اور فرقہ وارانہ مذاہب کے ماننے والے لوگوں سے پاک ہوتی ہے۔ صلاح الدین صاحب کی "الجماعۃ" کے علی الرغم ایسی خالص "الجماعۃ" کا احیاء کرنا ہوگا اور اس کے بغیر چارہ نہیں۔ الحمد للہ جماعت المسلمین نے ایسی "الجماعۃ" کا احیاء کر دیا ہے اور وہ آپ اور دنیا کے تمام انسانوں کو دعوت دیتی ہے کہ شرک و کفر سے مبرّا اور فرقہ واریت سے پاک "الجماعۃ" کے ساتھ شریک ہو کر "الجماعۃ" کا ہاتھ بٹائیں اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جدوجہد کریں۔

ذیل میں اسلام اور جمہوریت کا ایک موازنہ پیش کیا جا رہا ہے جس سے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ اسلام کیا ہے اور جمہوریت کیا ہے اور ان دونوں میں کیا فرق ہے۔

نمبر	اسلام	جمہوریت
۱	اسلام میں حکومت اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے۔	جمہوریت میں حکومت عوام کی ہوتی ہے۔
۲	اسلام میں طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے	جمہوریت میں طاقت کا سرچشمہ عوام ہوتے ہیں۔
۳	اسلام میں قانون ساز اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔	جمہوریت میں قانون ساز اسمبلی ہوتی ہے۔
۴	اسلام میں عالم اور جاہل کی رائے ہم وزن نہیں ہوتی۔	جمہوریت میں عالم اور جاہل کی رائے کا وزن برابر ہوتا ہے۔
۵	اسلام میں ایسا نہیں ہوتا کہ ۵۱ جاہلوں کی	جمہوریت میں ۵۱ جاہلوں کی رائے ۴۹ علماء

	رائے ۹۹ علماء کی رائے پر بھاری ہو۔	کی رائے پر بھاری ہوتی ہے۔
۶	اسلام میں خود کو کسی عہدہ کے لئے پیش کرنا جائز نہیں۔	جمہوریت میں عہدہ کے لئے خود کو پیش کرنا جائز ہے۔
۷	اسلام میں افتراق واختلاف کی سخت ممانعت ہے۔	جمہوریت میں سیاسی پارٹیوں کا افتراق واختلاف ناگزیر ہے۔
۸	اسلام میں اپنی مدح اور دوسروں کی برملا تنقیص کی اجازت نہیں۔	جمہوریت میں اپنی مدح کی یا کرائی جاتی ہے اور دوسروں کی علی اعلان برائی کی جاتی ہے۔

صلاح الدین صاحب غالباً یہ کہیں گے ہم اسمبلی کو پابند کردیں گے کہ وہ قرآن مجید اور حدیث شریف کے خلاف کوئی قانون نہ بنائے۔ جی ہاں، آئین کے لحاظ سے تو آپ پابند کردیں گے لیکن کیا عملاً بھی آپ اُسے ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ آپ لاکھ چیختے رہیں کہ یہ قانون شرک ہے۔ وہ کہیں گے عین اسلام ہے۔ آئین میں یہ شق تو اب بھی موجود ہے لیکن کیا اس پر عمل ہو رہا ہے۔ شریعت ایکٹ ہی کو آپ دیکھ لیجئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رعایت زیادہ ہے یا فرقوں کی۔

صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"مولانا روم، اقبال، شیخ سعدی یا مولانا مودودی نے کسی رسمی اور ادارتی ..... مشاورت کے بغیر جو رائے دی وہ ہزاروں لاکھوں کی انفرادی اور اجتماعی رائے پر بھاری ہے۔" (تکبیر شمارہ نمبر ۵۰ صفحہ ۱ کالم نمبر ۳)

صلاح الدین صاحب آپ کی مندرجہ بالا تحریر جمہوریت کی تردید ہے پھر بھی آپ جمہوریت کے قائل ہیں؟

صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ الجماعت کیا ہے؟ انبیاء کرام کی قائم کردہ جماعتوں کے سلسلہ کی وہ آخری اور اختتامی جماعت ہے جسے خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا اور منظم کیا اور جو قیامت تک "مسلم" یا امت مسلمہ کے نام سے شناخت کی جاتی رہے گی۔" (تکبیر شمارہ نمبر ۴۷، صفحہ ۹ کالم نمبر ۳)۔

صلاح الدین صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو جماعت تھی وہ واقعی "الجماعۃ" تھی۔ وہ خالص جماعت تھی، اس میں فرقے شامل نہیں تھے لہذا آپ اپنی جماعت کو "الجماعۃ" نہیں کہہ

سکتے۔ پہلے تمام فرقوں اور جماعتوں کو ایک کیجئے پھر اُسے "الجماعۃ" کہیئے۔ جماعت المسلمین یہی کام تو کر رہی ہے اور آپ بھی اسی کے خواہاں ہیں تو پھر اس بُعد کی کیا وجہ ہے؟

صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :-

"سیدھی سی بات ہے کہ جس وقت قرآن نازل ہو رہا تھا اور جس زمانۂ نبوت میں حضور اکرمؐ مسلمانوں سے مخاطب تھے اور آپ کے ارشادات بصورتِ حدیث روایت یا رقم کئے جا رہے تھے اس وقت اللہ اور رسولؐ کے سامنے ایک ہی جماعت تھی۔ قرآن اور پیغمبر قرآن کا منشا یہ تھا کہ مسلمانوں کے درمیان کوئی تفرقہ نہ ہو، ان میں کامل وحدت و یکجہتی ہو اور وہ ایک جماعت بن کر رہیں۔" (تکبیر ۴۷ ص۱ کالم ۱)۔

صلاح الدین صاحب! جماعت المسلمین، صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے مطابق کوشش کر رہی ہے کہ سب ایک جماعت بن کر رہیں، ان میں کامل وحدت و یکجہتی ہو اور آپ بھی غالباً یہی چاہتے ہیں تو پھر آپ کا جماعت المسلمین سے دور رہنا ناقابلِ فہم ہے۔

صلاح الدین صاحب ایسی جماعت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے مطابق ہو اگر آپ کے علم میں نہیں یا یہ فرض کر لیجئے کہ ایسی جماعت موجود نہیں تو پھر کیا ایسی جماعت کا احیاء ضروری ہے یا نہیں۔ اگر ضروری ہے تو اس ضرورت کو الحمد للہ جماعت المسلمین نے پورا کر دیا۔

صلاح الدین صاحب آپ نے "الجماعۃ" کے متعلق لکھا ہے کہ یہ جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر قیامت تک "مسلم" یا امتِ مسلمہ کے نام سے شناخت کی جاتی رہے گی۔ صلاح الدین صاحب آپ بیچ بیچ کر کیوں قلم رکھ رہے ہیں۔ صاف کیوں نہیں کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں "الجماعۃ" کی شناخت "جماعت المسلمین" کے نام سے ہوتی تھی۔ (صحیح بخاری کتاب العیدین) اور بعد کے زمانوں میں بھی "الجماعۃ" کی شناخت "جماعۃ المسلمین" نام ہی سے ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی (صحیح بخاری کتاب الفتن و صحیح مسلم کتاب الامارۃ)

صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"حضرت عمر فاروقؓ کا ارشاد ہے کہ "جماعت کے بغیر اسلام نہیں اور امارت کے بغیر جماعت نہیں۔" (تکبیر شمارہ ۴۷ ص۱ کالم ۱)

صلاح الدین صاحب "الجماعۃ" تو بقول آپ کے موجود ہے لیکن اس "الجماعۃ" کا کوئی امیر نہیں تو پھر یہ "الجماعۃ" کیسے ہوئی۔ حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کردہ مندرجہ بالا قول کے مطابق

تو "الجماعۃ" موجود نہیں ہے کیونکہ اس کا کوئی واحد امیر نہیں ہے اور جب "الجماعۃ" نہیں رہی تو حضرت عمرؓ کے قول کے مطابق اسلام نہیں رہا۔ یہ حضرت عمرؓ کے قول کا منطقی نتیجہ ہے اور کیونکہ آپ نے خود یہ قول پیش کیا ہے لہذا آپ یقیناً اس بات کے قائل ہوں گے کہ آجکل اسلام کہیں نہیں۔

حضرت عمرؓ کی طرف جو قول منسوب ہے مضمون زیرِ غور کے لحاظ سے اس کے پورے الفاظ یہ ہیں :-

انه لا اسلام الا بجماعة و لا جماعة الا بامارة ولا امارة الا بطاعة (سنن دارمی جزء اوّل ص۷۹)	بغیر جماعت کے اسلام نہیں، بغیر امارت کے جماعت نہیں اور بغیر اطاعت کے امارت نہیں۔

حضرت عمرؓ کے قول کا منشاء صاف ہے۔ صلاح الدین صاحب کی "الجماعۃ" امیر سے محروم ہے نتیجہ ظاہر ہے کہ فی زمانہ اسلام ناپید ہے اور جب اسلام ناپید ہے تو پھر مسلم کہاں سے آئیں گے۔ ایسی صورت میں ناگزیر ہے کہ اسلام کو برپا کیا جائے۔ جماعت مع امیر کے قائم کی جائے اور اُس امیر کی اطاعت کی جائے۔ الحمد للہ جماعت المسلمین نے اس کام کی ابتداء کر دی ہے۔

صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :-

"ایسی متعدد احادیث اور بھی ہیں، انہیں مربوط کر کے دیکھا جائے تو یہ سب واضح طور پر اسلامی ریاست کے امیر کی اطاعت سے متعلق نظر آتی ہیں کیونکہ اوامر و نواہی کا تعلق ریاست کی قوت نافذہ ہی سے ہو سکتا ہے" (تکبیر ۲۷/۷ ص۱ کالم ۲)

صلاح الدین صاحب کی مندرجہ بالا عبارت سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں :-

(۱) اسلامی ریاست کے امیر کی اطاعت ضروری ہے۔ بے حکومت امیر کی اطاعت ضروری نہیں۔

(۲) اوامر اور نواہی کا تعلق ریاست کی قوت نافذہ یعنی حکومت ہی سے ہو سکتا ہے۔

پہلے نتیجہ پر غور کیجئے۔ اس وقت امیر یعنی خلیفہ کوئی نہیں تو پھر صلاح الدین صاحب کو تسلیم کر لینا چاہیئے کہ "الجماعۃ" موجود نہیں ہے اور جب الجماعۃ نہیں ہے تو اسلام موجود نہیں ہے۔ کیا صلاح الدین صاحب کو اپنے اصول کی روشنی میں جس کو انہوں نے حضرت عمرؓ کے قول کے حوالہ سے تسلیم کیا ہے یہ نتیجہ تسلیم ہے؟ اگر تسلیم ہے اور تسلیم کرنا پڑیگا تو پھر احیائے اسلام کے لئے ایک خالص توحید پر قائم ہونے والی جماعت کی جس میں کامل وحدت ہو ضرورت ہے یا نہیں؟ یقیناً ضرورت ہے۔ الحمد للہ جماعت المسلمین نے

اس ضرورت کو پورا کر دیا۔ جماعت المسلمین فرقہ وارانہ مذاہب کو جو اسلام کے متوازی بنا لئے گئے تھے ددیا رد کرنے اور اسلام کا احیاء کرنے کے سلسلہ میں اپنی پوری قوت سے جدوجہد کر رہی ہے۔

دوسرے نتیجہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آجکل کیونکہ ریاست کی قوت نافذہ موجود نہیں ہے لہذا امر ونہی کا کام جو افراد اور جماعتیں کر رہی ہیں لاحاصل اور لایعنی ہے۔

صلاح الدین صاحب کیا یہ نتائج شدت اور انتہا پسندی کے آئینہ دار ہیں۔ اگر ہیں تو پھر شکایت کیسی۔ یہ تو قرآن مجید اور آپ ہی کی تحریر کا خلاصہ ہیں۔

صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :-

"بیعت عامہ کے ذریعہ خلیفہ کے انتخاب کی روایت اگرچہ خلافت راشدہ سے شروع ہوئی تھی۔"
(تکبیر شمارہ ۴۷ ص ۱ کالم ۳۰)

خلیفہ کے انتخاب کے لئے بیعت عامہ کبھی نہیں ہوئی۔ اسلام میں جمہوریت جیسے شرک کا وجود ہی نہیں تو خلیفہ کے انتخاب کے لئے جمہور سے رائے کیسے لی جاسکتی ہے۔ بیعت انتخاب کے لئے نہیں ہوتی بلکہ خلیفہ کے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد ہوتی ہے۔ خلافت راشدہ کے دور میں خلیفہ کے انتخاب کے لئے جمہور سے کبھی رائے طلب نہیں کی گئی بلکہ عموماً نامزدگی پر ہی عمل ہوتا رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو اشارۃً خلیفہ نامزد کر دیا۔ سقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو نامزد کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو نامزد کر دیا، حضرت عمرؓ نے چھ آدمیوں کو نامزد کر دیا، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کو نامزد کر دیا البتہ دارالخلافہ کے خاص خاص آدمیوں کو مشورہ میں شامل کر لیا۔ جمہور امت سے کوئی رائے نہیں لی گئی۔ حضرت علیؓ کی خلافت کے لئے بھی پوری مملکت اسلامیہ کے مسلمین سے کوئی رائے نہیں لی گئی، چند آدمیوں نے نامزد کر دیا۔ حضرت حسنؓ کی خلافت کے لئے بھی جمہور سے رائے نہیں لی گئی۔ حضرت حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو نامزد کر دیا۔ امیر معاویہؓ نے امیر یزیدؒ کو نامزد کر دیا۔ بنو امیہ کے دور میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ الغرض تاریخ اسلام میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جس میں خلیفہ کے انتخاب کے لئے جمہور مسلمین نے رائے دی ہو اور پھر اکثریت کی بنیاد پر خلیفہ بنایا گیا ہو۔

صلاح الدین صاحب نے بلوۂ جمل اور بلوۂ صفین کو جنگیں بنا دیا۔ اگر یہ جنگیں تھیں اور ان میں صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کو قتل کر رہے تھے تو پھر مندرجہ ذیل حدیثوں کی زد سے صحابہ کرامؓ کو کیسے بچایا جاسکتا ہے :-

(۱) جب دو مسلم تلواریں لے کر لڑنے لگیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں (صحیح بخاری)

(۲) مسلم کو برا بھلا کہنا گناہ ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے (صحیح بخاری وغیرہ)
(۳) میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو (صحیح بخاری وغیرہ)

صلاح الدین صاحب ایک حدیث تحریر فرماتے ہیں :-

"جو شخص اس حال میں مرجائے کہ اس کی گردن میں بیعت کا قلادہ نہ ہو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی" (مسلم) (تکبیر شمارہ ۴۷ ، ص ۹ کالم ۱)

صلاح الدین صاحب اس بیعت کو ریاست کے امیر کی بیعت قرار دیتے ہیں یعنی ان کے نزدیک جو شخص خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"بیعت کے جس قلادے کا حدیث میں ذکر ملتا ہے وہ سیاسی بیعت ہے" (تکبیر شمارہ ۴۷ ص ۱۱ کالم ۲ و ۳)

لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں :-

"جماعت سے علیحدہ ہونے کی پہلی مثال حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی ہے جنہوں نے کسی خلیفہ سے بیعت نہ کی" (تکبیر شمارہ ۴۷ ص ۱۱ کالم ۱)

مندرجہ بالا عبارت کا منشاء یہ ہے خلیفہ کی بیعت بھی ضروری نہیں۔ صلاح الدین صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کے سلسلہ میں کئی باتیں غور طلب ہیں :-

(۱) یہ کس کتاب میں ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی بیعت نہیں کی اور اس کی سند کیسی ہے ؟

(۲) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو خلیفہ تھے تو پھر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت کیوں نہیں کی؟ کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بے حکومت امیر تھے ؟

(۳) صلاح الدین صاحب کے نزدیک جاہلیت کی موت وہ مرتا ہے جو باحکومت امیر کی بیعت نہ کرے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی موت کیسی ہوئی ؟

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی مثال سے صلاح الدین صاحب کا یہ موقف معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ کی بیعت نہ کرنے والا بھی جاہلیت کی موت نہیں مرے گا، نہ اس کے ایمان میں کوئی کمی آئے گی۔

(۴) کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں "الجماعۃ" نہیں تھی ؟ کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ "الجماعۃ" کے امیر نہیں تھے۔ اگر تھے اور یقیناً تھے تو پھر ان کی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

جاہلیت کی موت کیوں نہیں مرے؟ کیاان کے لئے اللہ تعالیٰ کا قانون بدل جائے گا؟

(۵) صلاح الدین صاحب کے مندرجہ بالا اقتباس کی روشنی میں غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باحکومت امیر کے ہاتھ پر بھی اگر بیعت نہ کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں تو پھر یہ حدیث کہ "جس کی گردن میں بیعت کا قلادہ نہیں وہ جاہلیت کی موت مرے گا" کس قسم کی بیعت نہ کرنے والے سے تعلق رکھتی ہے؟

حضرت عبادہ بن صامتؓ کے بیعت نہ کرنے کی روایت سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیعت کے سلسلہ میں خلیفہ اور بے حکومت امیر یکساں ہیں یعنی بیعت کی کوئی اہمیت نہیں۔ حدیث کچھ کہتی ہے صلاح الدین صاحب کچھ کہتے ہیں۔ کس کی مانیں؟ ہمارا ایمان تو حدیث پر ہے۔ ہم باحکومت امیر اور بے حکومت امیر کی بیعت میں کوئی فرق نہیں کرتے اس لئے کہ حدیث میں "حکومت" کی شرط نہیں بیان کی گئی۔ بے حکومت امیر کے بغیر باحکومت امیر کا وجود میں آنا تقریباً ناممکن ہے۔

بالفرض محال اگر حضرت عبادہ بن صامتؓ نے بیعت نہیں کی تو کیا جاہلیت کی موت مرنے کا قانون بدل جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ قانون قانون ہی رہے گا۔ بیعت نہ کرنے کے فعل کو صحابی کی غلطی تصور کیا جائے گا۔

صحابی سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں بطور مثال کے ذیل میں دو واقعے نقل کئے جا رہے ہیں:۔

پہلا واقعہ | ایک بدری صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فیصلہ کے متعلق کہا: "کیوں نہ ہو آخر تو وہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں" یعنی پھوپھی زاد بھائی ہونے کی وجہ سے آپ نے میرا حق ان کو دے دیا۔ یہ ان بدری صحابی کی غلطی تھی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ناانصافی کو منسوب کر دیا۔ کیا وہ صحابی حق پر تھے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ انہوں نے بڑی سخت گستاخی کی۔ انہوں نے ایمان کے منافی کام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے ان بدری صحابی سے کچھ نہیں کہا لیکن اللہ تعالیٰ خاموش نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت نازل فرما کر اس صحابی کے ایمان کی نفی کر دی:۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا

(اے رسول) آپ کے رب کی قسم لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام اختلافات میں آپ کو حَکَم نہ مان لیں پھر جو کچھ آپ فیصلہ

تَسْلِيْمًا ۝ (النسآء - ۶۵) کریں اس سے اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ برضا و رغبت اسے تسلیم کریں۔ (صحیح بخاری)

دوسرا واقعہ

بدری صحابی حضرت حاطبؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فوجی راز ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ یہ ایک بہت بڑی غلطی تھی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کی وجہ تو دریافت کی لیکن اُن سے کوئی مواخذہ نہیں کیا نہ عتاب فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ خاموش نہیں رہا۔ سورۃ الممتحنہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور حاطبؓ پر سخت خفگی کی گئی بلکہ یہاں تک فرمادیا :-

وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (الممتحنۃ - ۱) تم میں سے جو شخص ایسا کرے وہ صراط مستقیم سے بھٹک گیا۔

پہلے واقعہ میں ایمان کی نفی کردی ، دوسرے واقعہ میں صراط مستقیم یعنی اسلام کی نفی کردی۔

الغرض صحابی کی غلطی بھی غلطی ہے۔ اس کو مثال نہیں بنایا جا سکتا۔ اصل اہمیت تو قانون الٰہی کی ہے یعنی اصل اہمیت تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی ہے۔ عمل تو قانونِ الٰہی پر ہوگا۔ نتیجہ اللہ تعالیٰ کے فرمان اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق نکالا جائے گا۔

غلطی کوئی بھی کرے غلطی ہے۔ اس غلطی پر اس کو تنبیہ کی جائے گی نہ کہ اس کی غلطی کو راہِ عمل سمجھا جائے گا۔ صلاح الدین صاحب خود بھی اسی اصول کے قائل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :-

" کوئی فرد جماعتی زندگی گزار رہا ہو یا انفرادی لیتے اپنے اعمال اور اس کے نتائج کے لحاظ سے آخرت میں اس کی مسئولیت انفرادی ہے مثلاً بہتان اگر ایک برائی ہے تو اس کا مرتکب مجرم ہی قرار دیا جائے گا خواہ وہ کسی جماعت کے اندر ہو یا اس سے باہر۔" (تکبیر شمارہ نمبر ۵ صفحہ ۱ کالم ۱)

الغرض حضرت عبادہ بن صامتؓ کا بیعت نہ کرنا اگر ثابت ہو جائے تو یہ اُن کی غلطی ہوگی۔ غلطی کرنے کا جواز اس سے نہیں نکالا جائے گا۔

حضرت عبادہ بن ثابتؓ کے بیعت نہ کرنے کا ثبوت تو نہیں ملتا البتہ حضرت سعدؓ کا بیعت نہ کرنا اور حضرت علیؓ کا چھ مہینے تک بیعت نہ کرنا ضرور مشہور ہے لیکن اس کی بھی حقیقت کچھ نہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت سعدؓ اور بیعت

حضرت سعدؓ کا بیعت کرنا یا بیعت نہ کرنا اس سلسلہ میں تاریخ میں دونوں چیزیں ملتی ہیں۔ بیعت نہ کرنا بھی تاریخ میں ملتا ہے اور بیعت کرنا بھی تاریخ میں ملتا ہے۔ دونوں قسم کی روایتیں درج ذیل ہیں :-

I - حضرت سعدؓ کا بیعت نہ کرنا

(۱) سقیفۂ بنوساعدہ میں حضرت سعدؓ نے بیعت سے انکار کر دیا۔ نہ جماعت سے نماز پڑھتے تھے اور نہ حضرت ابوبکرؓ سے ان کے انتقال کے وقت تک کبھی ملاقات کی (تاریخ ابن خلدون عربی بقیہ جزء ثانی صفحہ ۶۴ ، تاریخ ابن خلدون اردو ترجمہ حصہ اول صفحہ ۲۲۱ و تاریخ طبری عربی جلد ۲ صفحہ ۴۵۹) (ملخصاً)

(۲) حضرت سعدؓ نے کہا: میں ہرگز بیعت نہیں کروں گا جب تک اپنے نیزے کو تمہارے خون سے نہ رنگ لوں، اپنی تلوار سے وار نہ کروں اور اپنے حواریوں کو لے کر تم سے جنگ نہ کر دوں۔ (طبری عربی جلد ۲ صفحہ ۴۵۹ و طبری اردو جزء ۲ صفحہ ۴۰) (ملخصاً)

(۳) مہاجرین نے حضرت سعدؓ سے کہا: اگر تم نے اطاعت سے ہاتھ کھینچا یا جماعت میں تفرقہ ڈالا تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے (تاریخ طبری عربی جلد ۲ صفحہ ۴۶)

یہ تین روایتیں ہیں جن سے ثبوت ملتا ہے کہ حضرت سعدؓ نے بیعت نہیں کی لیکن یہ تینوں روایتیں خود پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتیں۔ پہلی دو روایتوں کا راوی ابومخنف ہے جو مشہور کذاب ہے۔ یہ ہالک، محترق، شیعہ ہے۔ متروک ہے (لسان المیزان، میزان الاعتدال، ابن عدی، کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم)

تیسری روایت کو عبیداللہ بن سعید روایت کرتا ہے۔ یہ راوی موضوعات روایت کرتا ہے۔ سند کا دوسرا راوی سیف بن عمر ہے۔ یہ بھی موضوعات روایت کرتا ہے۔ امام ابوحاتم اور امام دارقطنی فرماتے ہیں یہ راوی متروک ہے۔ واقدی کے مثل ہے (یعنی جھوٹا ہے) [تہذیب التہذیب]۔

الغرض تینوں روایتیں جھوٹی ہیں۔

II - حضرت سعدؓ کا بیعت کرنا

(۱) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: اے سعدؓ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا

کہ قریش اس امر کے والی ہیں۔ حضرت سعدؓ نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں۔ ہم وزراء ہیں اور آپ امراء (البدایہ والنہایہ عربی جلد ۵ ص ۲۴۷ بحوالہ مسند احمد)

(۲) حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں: عمرؓ نے انصار کو یاد دلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو امام بنایا تھا۔ (یہ سنتے ہی تمام) انصار نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی (البدایہ والنہایہ عربی جلد ۵ ص ۲۴۷ بحوالہ مسند امام احمد)

ان دونوں روایتوں کی سندیں صحیح ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سعدؓ نے بیعت کر لی تھی۔

حضرت علیؓ اور بیعت

حضرت علیؓ کے سلسلہ میں بھی دونوں قسم کی روایتیں ہیں۔

I-حضرت علیؓ کا بیعت نہ کرنا

(۱) بنو ہاشم میں سے کسی نے حضرت فاطمہؓ کی وفات تک حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی۔ (مروج الذھب (تاریخ مسعودی) جزء ۲ ص ۳۰۱)۔ یہ روایت بے سند ہے لہٰذا جھوٹی ہے۔

(۲) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: علیؓ نے چھ مہینے تک بیعت نہیں کی (صحیح بخاری۔ ملخصاً)

II-حضرت علیؓ کا بیعت کرنا

(۱) حضرت علیؓ نے فرمایا: ابوبکرؓ صاحبِ غار ہیں۔ ہم ان کے شرف کو پہچانتے ہیں۔ ہم ان کو خلافت کا سب سے زیادہ حقدار سمجھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز کے لئے امام بنایا تھا (البدایہ والنہایہ عربی جلد ۵ ص ۲۵ وجلد ۶ ص ۳۰۲۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں یہ سند جید ہے اور یہی حضرت علیؓ کی شان کے لائق ہے۔ چھ مہینے بعد جو بیعت انہوں نے کی تھی وہ تو بیعت ثانیہ تھی (البدایۃ والنہایہ جلد ۶ ص ۳۰۲)

امام ابن کثیر کے مندرجہ بالا بیان کی تائید مندرجہ ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے۔

(۲) جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت ہو رہی تھی تو اس مجلس میں حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ کو نہیں دیکھا تو انہیں بلوایا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے فرمایا: تم مسلمین میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہو؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ، ایسی تو کوئی بات نہیں

ہے۔ پھر حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور بیعت کر لی۔ (البدایہ والنہایہ یعنی تاریخ ابن کثیر عربی جلد ۵ ص ۲۴۹ و جلد ۶ ص ۳۰۲ بحوالہ بیہقی)۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں یہ سند صحیح ہے اور محفوظ ہے (حوالہ مذکور) گویا حضرت علیؓ نے پہلے یا دوسرے ہی دن بیعت کر لی۔ لیکن غالباً اس بیعت کا علم حضرت عائشہ صدیقہؓ اور اکثر صحابۂ کرام کو نہ ہو سکا لہٰذا چھ مہینے بعد انہوں نے علی الاعلان بیعت کی۔

الغرض صحابۂ کرام میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس نے بیعت نہ کی ہو فللّٰہ الحمد۔ جن روایتوں میں بیعت نہ کرنے کا ذکر ہے وہ روایتیں یا تو لاعلمی پر مبنی ہیں یا جھوٹی ہیں اور دشمنانِ اسلام کی سازش کی آئینہ دار ہیں۔ یہی نہیں اس قسم کی بے شمار روایتیں ہیں جو دشمنانِ اسلام نے وضع کیں اور وہ تاریخ کی کتابوں میں شامل ہو گئیں لہٰذا تاریخ کی روایتوں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا جب تک جانچ پڑتال کے بعد ان کی سندیں صحیح نہ ثابت ہو جائیں۔

تاریخ کی کتابوں میں سچ اور جھوٹ، تاریک اور روشن پہلو دونوں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر سقیفہ بنو ساعدہ میں انتخابی مجلس کے تاریک اور روشن دونوں مناظر درج کئے جا رہے ہیں تاکہ قارئین کرام آئندہ تاریخ کی روایتوں سے دھوکا نہ کھائیں:۔

I - تاریک منظر

(۱) انصار کے ایک خطیب حضرت حبابؓ نے تلوار نکال لی۔ حضرت عمرؓ نے ان پر حملہ کیا۔ حضرت حبابؓ کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ حضرت عمرؓ نے تلوار اٹھالی اور حضرت سعدؓ پر حملہ کیا۔ دوسرے لوگ بھی حضرت سعدؓ پر جھپٹے۔ عہدِ جاہلیت کا منظر دیکھنے میں آیا۔ حضرت سعدؓ کچلتے کچلتے رہ گئے۔ کسی نے کہا: تم نے سعدؓ کو قتل کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اللہ انہیں قتل کرے، وہ منافق ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان پر تلوار ماری۔ تلوار پتھر سے ٹکرائی، پتھر ٹوٹ گیا (تاریخ طبری جلد ۲ ص ۴۵۹) (ملخصاً)

(۲) حضرت عمرؓ نے کہا: سعدؓ کو قتل کر دو، اللہ اسے قتل کرے۔ پھر حضرت عمرؓ حضرت سعدؓ کے سرہانے جا کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہیں روند ڈالوں۔ حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اللہ کی قسم اگر ڈاڑھی کا ایک بال بھی ٹوٹ گیا تو تمہارے منہ میں سامنے کا ایک دانت بھی سلامت نہیں رہے گا (تاریخ طبری جلد ۲ ص ۴۵۹) (ملخصاً)

(۳) حضرت حبابؓ نے کہا: مہاجرین کو ان شہروں سے نکال دو (تاریخ طبری عربی جلد ۳ صفحہ ۴۵۹) (ملخصاً)۔

کیا یہ روایتیں صحابہ کرام کے کردار کا وہی نقشہ پیش کرتی ہیں جو قرآن مجید اور احادیث میں پیش کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے " رحماء بینھم - آپس میں بڑے رحیم ہیں (الفتح - ۲۹) یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا - اللہ کی رضا اور اس کا فضل تلاش کرتے رہتے ہیں - (الفتح - ۲۹) مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل - ان کے اوصاف توریت اور انجیل میں مذکور ہیں (الفتح - ۲۹) والزمھم کلمۃ التقوی وکانوا احق بھا واھلھا۔ اللہ نے تقوی کی بات کو ان سے چمٹا دیا ہے اور وہ اس کے حقدار بھی ہیں اور اہل بھی (الفتح - ۲۹) کیا ایسے لوگ دنیادار، مکار اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ صحابہ کرام کو بدنام کرکے منافقین نے نبوت پر بالواسطہ چوٹ کی ہے۔ مندرجہ بالا تینوں روایتیں جھوٹی ہیں۔ پہلی روایت سیف بن عمر نے گڑھی اور باقی دو روایتیں ابو مخنف کی وضع کردہ ہیں۔

II - سقیفہ بنو ساعدہ کا روشن منظر

(۱) انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اے انصار، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کی امامت کریں تو تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ ابوبکرؓ سے آگے بڑھے۔ انصار نے کہا: ہم اس بات سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ سے آگے بڑھیں (البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۲۴۶ و صفحہ ۲۴۷ بحوالہ مسند امام احمد والنسائی) (ملخصاً)

(۲) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: پھر میں نے جلدی کی کہ ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑ لوں لیکن ایک انصاری (حضرت بشیر بن سعدؓ) نے مجھ پر سبقت کی اور (مجھ سے پہلے) بیعت کرلی، پھر میں نے بیعت کی پھر لوگوں نے لگاتار بیعت کی (البدایہ والنہایہ عربی جلد ۵ صفحہ ۲۴۷ بحوالہ نسائی وابن سعد ملخصاً)

(۳) انصار کے خطیب نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے اور اب ہم جیسے ان کے انصار تھے ان کے خلیفہ کے انصار ہیں .... حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی اور تمام مہاجرین اور انصار نے بیعت کی (راوی نے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا) (البدایہ والنہایہ عربی جلد ۶ صفحہ ۳۰۶ بحوالہ بیہقی والحاکم)۔

مندرجہ بالا تینوں روایتیں صحیح ہیں اور کتب احادیث سے ماخوذ ہیں گویا احادیث نے بھی صحابہ کرام کے کردار کو شاندار بتایا ہے۔

کتب تواریخ نے دونوں قسم کی روایتیں پیش کر دیں۔ جو روایات صحابہ کرام کے شایانِ شان نہیں تھیں انہیں بھی نقل کر دیا اور جو روایتیں صحابہ کرام کے شایانِ شان تھیں انہیں بھی نقل کر دیا۔ افسوس تو یہ ہے کہ سوائے عماد الدین ابن کثیر کے ان میں سے کسی نے محاکمہ نہیں کیا۔ صحیح اور غلط دونوں قسم کی روایتوں کو پیش کر کے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو گئے۔ مزید افسوس اس بات کا ہے کہ صدیوں سے جو روایات مشہور چلی آرہی ہیں وہ روایات ہیں جو جعلی ہیں جن میں صحابہ کرام کی شان کو گھٹایا گیا ہے۔ ہر شخص کی زبان پر الا ماشاء اللہ بس یہی روایات ہیں۔ صحابہ کرام کے شایانِ شان جو روایتیں ہیں اکثریت ان سے ناواقف ہے۔

تاریخ کی روایتوں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ تاریخ میں سچ اور جھوٹ سب کچھ ہے۔ علامہ ابن جریر طبری نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

" اگر کوئی ایسی خبر آئے جس میں عقلی استخراج یا فکری استنباط سے کام نہیں لیا گیا جو ہم نے اگلوں سے نقل کی ہے اور جس کو تسلیم کرنے سے قاری ابا کرے یا وہ سامع کو بری لگے ....
قاری یا سامع کہے کہ اس میں صداقت نہیں ہے تو جان لو کہ اس میں صداقت تو پہلے ہی نہیں ہے۔
.... ہم تک جس شکل میں پہنچی ہم نے ویسے ہی نقل کر دیا " (طبری عربی جلد اوّل ص۵) (ملخصاً)

تاریخ کی بحث ذرا طویل ہو گئی وجہ اس کی یہ ہے کہ صلاح الدین صاحب نے فرمایا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ نے کسی خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور ملامت زدہ قرار نہیں دیئے گئے لہٰذا بیعت لازمی نہیں۔ تاریخ کے سلسلہ کی طویل بحث سے بتانا یہ مقصود ہے کہ اگر بالفرض محال تاریخ کی کسی کتاب میں ایسا کلام بھی جائے جس میں حضرت عبادہ بن صامتؓ کے بیعت نہ کرنے کا ذکر ہو تو اس پر اعتماد نہ کیا جائے۔

الغرض حضرت علیؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت عبادہ بن صامتؓ کے متعلق کوئی روایت ثابت نہیں کہ انہوں نے بیعت نہیں کی۔ " الجماعۃ " کے امیر کی بیعت لازمی ہے۔ بیعت نہ کرنے والے کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ " الجماعۃ " سے مراد وہ جماعت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی جماعت المسلمین کے مشابہ ہو، اس میں کامل وحدت ہو، فرقوں اور

جماعتوں کا مرکب نہ ہو، اس کا نام بھی وہی ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا اور کام بھی وہی ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تھا یعنی اس خالص اور کامل اسلام پر عمل کرنا جو آسمان سے نازل ہوا تھا۔ الحمدللہ جماعت المسلمین ان تمام شرطوں کو پورا کرتی ہے۔

مسعود احمد
۲۸ر جمادی الاخریٰ سنہ ۱۴۱۳ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ضمیمہ ①

① مؤخر جریدہ تکبیر شمارہ ۴۷ مؤرخہ ۱۹ر نومبر ۱۹۹۲ء اور شمارہ ۵۰ مورخہ ۱۰ر دسمبر ۱۹۹۲ء
میں جناب محمد صلاح الدین صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا جس کا عنوان تھا "اسلامی ریاست میں فرد
اور جماعتوں کے باہمی تعلقات"۔ اُن کے مضمون میں چند باتیں ایسی تھیں جو حقائق کے خلاف تھیں ہم
نے ایک مضمون (صفحات ۳ تا ۲۴) میں جس کا کچھ حصہ تکبیر کے شمارہ ۶ مورخہ ۱۱ر فروری ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا
موصوف سے گزارش کی کہ ان باتوں پر جو حقائق کے خلاف ہیں مزید غور فرما کر متلاشیان حق کی تسلی فرمائیں۔
انہوں نے ہمارے مضمون کا جواب لکھا جو تکبیر کے شمارہ ۷ مورخہ ۱۸ر فروری ۱۹۹۳ء میں بعنوان
"مسلمان کون ہے، کون نہیں" شائع ہوا۔ ہم نے جو باتیں اپنے مضمون میں لکھی تھیں بڑے اخلاص
اور محبت سے لکھی تھیں، انہوں نے اس کا جواب طنز اور تمسخر کے انداز میں دیا ہے۔ اس کتابچہ میں
ہم ان کے مضمون کا تجزیہ پیش کرتے ہیں :۔

② جناب صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :۔

"اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمۂ طیبہ کے اساس پر جس جماعت کی بنیاد رکھی تھی وہ "الجماعت" ہے" (تکبیر ۷ مورخہ ۱۸ر فروری ۱۹۹۳ء ص ۹ کالم ۱)

المسلم | ہمیں اس سے کامل اتفاق ہے۔

صلاح الدین صاحب آگے لکھتے ہیں :۔

"اور ان کے بعد آج تک مسلمانوں نے جتنی بھی وقتی اور مقامی جماعتیں بنائی ہیں وہ سب "الجماعت" کا جزو تو ہیں" (حوالہ مذکور)

المسلم | مندرجہ ذیل حدیث کی رُو سے یہ صحیح نہیں :۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

یہ امت ۷۳ اجزاء میں تقسیم ہو جائے گی۔ ۷۲ (اجزاء) دوزخ میں (جائیں گے) اور
ایک جنت میں (جائے گا) اور وہ جزو "الجماعت" ہوگا۔ (ابوداؤد۔ سندہ صحیح)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ۷۲ فرقے امت میں تو شامل ہوں گے یعنی امت کا جزء تو ہوں گے

لیکن " الجماعۃ " کا جزء نہیں ہوں گے۔

واضح رہے کہ " جماعت المسلمین " نہ وقتی ہے اور نہ مقامی۔ " جماعت المسلمین " اور " الجماعۃ " میں کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ ایک میں جماعت کا مضاف الیہ مذکور ہے اور دوسری میں محذوف ہے۔ صلاح الدین صاحب بھی جماعت المسلمین اور الجماعۃ کو ایک ہی مانتے ہیں ۔ وہ لکھتے ہیں :-

(۳) "اب میرا موقف تو یہ ہے کہ ہر کلمۂ گو مسلمان الجماعت میں یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی " جماعت المسلمین " میں شامل ہے (حوالہ مذکور کالم ۲)

المسلم | ہم نے لکھا تھا :-

"جماعت المسلمین کسی کو کافر نہیں کہتی ہاں فعلِ کفر کو کفر ضرور کہتی ہے" (تکبیر ۹ مورخہ ۱۱ / فروری ۱۹۹۳ء ص۳ کالم ۱)

ہمارے اس جملہ پر گفتگو کرتے ہوئے صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :-

" وہ ابتداء میں جس بات کی تردید کر رہے ہیں بتدریج اسی کی تائید و حمایت میں آگے بڑھتے چلے جارہے ہیں " (تکبیر شمارہ ۷ مورخہ ۱۸ / فروری ۱۹۹۳ء ص۹ کالم ۱)

المسلم | اس دعویٰ کی تائید و حمایت میں انہوں نے ہمارے مضمون سے چند اقتباسات پیش کئے ہیں :-

پہلا اقتباس | الغرض حدیث سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ ۷۲ اجزائے امت یعنی ۷۲ فرقے " الجماعت " یعنی جماعت المسلمین میں شامل نہیں ہیں ، اب جو شخص جو نتیجہ نکالنا چاہے نکال لے (تکبیر شمارہ ۶ مورخہ ۱۱ / فروری ۱۹۹۳ء ص۳ کالم ۳)

المسلم | اس عبارت میں کہیں بھی نہیں ہے کہ جو جماعت المسلمین میں شامل نہیں ہے وہ کافر ہے ! اس عبارت میں حدیث کا مفہوم ہے اور بس ۔ نتیجہ صلاح الدین صاحب نے خود نکالا ہے ۔

دوسرا اقتباس | مودودی صاحب کے مندرجہ بالا فرمودات سے جماعت المسلمین سو فیصدی متفق ہے اور جناب صلاح الدین صاحب بھی متفق ہیں تو پھر وہ جماعت المسلمین سے کیوں ناراض ہیں ؟ جماعت المسلمین سے کیوں الگ ہیں ؟ .... مودودی صاحب نے اپنی پارٹی بنائی اور اپنے حنفی ہونے کا اقرار کیا ۔ کیا یہ قول و فعل کا تضاد نہیں ۔ امید ہے کہ جناب صلاح الدین صاحب تو اپنی حد تک اس تضاد کو ختم کر دیں گے (حوالہ مذکور کالم ۲)

المسلم | مندرجہ بالا عبارت میں بھی یہ نہیں ہے کہ جو جماعت المسلمین میں شامل نہ ہو وہ کافر ہے ۔

ہماری مندرجہ بالا عبارت میں مودودی صاحب کے جس تضاد کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ وہ مسلک کی بنیاد پر بنائی جانے والی جماعتوں اور مسلمانوں کی مختلف پارٹیوں کو تفرقہ پردازی سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کی اصل عبارت درج ذیل ہے :۔

"یہ قوم (مسلمان) تو پہلے ہی سے ایک جمعیت ہے۔ اس جمعیت کے اندر کوئی الگ جمعیت الگ نام سے بنانا اور مسلمان مسلمان کے درمیان کسی وردی یا کسی ظاہری علامت یا کسی خاص نام یا کسی خاص مسلک سے فرق و امتیاز پیدا کرنا اور مسلمانوں کو مختلف پارٹیوں میں تقسیم کر کے ان کے اندر گروہ بندیوں اور فرقوں کی مصیبتیں پیدا کرنا یہ دراصل مسلمانوں کو مضبوط کرنا نہیں بلکہ ان کو اور کمزور کرنا ہے۔ یہ تنظیم نہیں تفرقہ پردازی اور گروہ بندی ہے" (تکبیر ۴۷ مؤرخہ ۱۹ نومبر ۱۹۹۲ء ص ۹ کالم ۲)

المسلم | مودودی صاحب کا پہلا تضاد تو یہ ہے کہ وہ کسی خاص مسلک سے فرق و امتیاز پیدا کرنے کو تفرقہ پردازی کہتے ہیں پھر بھی وہ اپنے کو حنفی کہتے ہیں۔ دوسرا تضاد یہ ہے کہ وہ مختلف پارٹیوں کو اچھا نہیں سمجھتے، ان کو بھی تفرقہ پردازی کہتے ہیں لیکن پھر بھی انہوں نے ایک پارٹی بنائی جس کو انہوں نے جماعت اسلامی کا نام دیا۔

صلاح الدین صاحب تو مختلف مسلکی جماعتوں اور سیاسی اور فلاحی پارٹیوں کو "الجماعۃ" میں شامل سمجھتے ہیں لیکن مودودی صاحب اس کو تفرقہ پردازی سمجھتے ہیں۔ تفرقہ پردازی قرآن مجید کے الفاظ : " وَلَا تَفَرَّقُوْا " کے لحاظ سے قطعی حرام ہے تو کیا صلاح الدین صاحب بھی اس تفرقہ پردازی کو حرام سمجھتے ہیں۔ صلاح الدین صاحب بتائیے حرام کو جائز کہنے والا کون ہوتا ہے اور کیا حرام کو جائز کہنے والا " الجماعۃ " میں شامل ہو سکتا ہے۔

تیسرا اقتباس | (صلاح الدین صاحب) آپ اپنی جماعت کو "الجماعۃ" نہیں کہہ سکتے۔ پہلے تمام فرقوں اور جماعتوں کو ایک کیجئے پھر اُسے "الجماعۃ" کہئے۔ جماعت المسلمین یہی کام تو کر رہی ہے اور آپ بھی اسی کے خواہاں ہیں تو پھر اس بُعد کی کیا وجہ ہے (تکبیر شمارہ ۷ مؤرخہ ۱۸ فروری ۱۹۹۲ء ص ۹ کالم ۲)

المسلم | مندرجہ بالا اقتباس میں بھی یہ نہیں ہے کہ جو جماعت المسلمین میں شامل نہ ہو وہ کافر ہے۔

چوتھا اقتباس | صلاح الدین صاحب، جماعت المسلمین صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے مطابق کوشش کر رہی ہے کہ سب ایک جماعت بن کر رہیں، ان میں کامل وحدت و یکجہتی ہو اور آپ بھی

غالباً یہی جانتے ہیں تو پھر آپ کا جماعت المسلمین سے دور رہنا ناقابل فہم ہے (حوالہ مذکور کالم ۳)

المسلم | اس اقتباس میں بھی کہیں نہیں ہے کہ جو جماعت المسلمین میں شامل نہ ہو وہ کافر ہے۔

پانچواں اقتباس | احیائے اسلام کے لئے ایک خالص توحید پر قائم ہونے والی جماعت کی جس میں کامل وحدت ہو ضرورت ہے یا نہیں؟ یقیناً ضرورت ہے۔ الحمد للہ جماعت المسلمین نے اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ جماعت المسلمین فرقہ وارانہ مذاہب کو جو اسلام کے متوازی بنائے گئے تھے دریا برد کرنے اور اسلام کا احیاء کرنے کے سلسلہ میں اپنی پوری قوت سے جد و جہد کر رہی ہے۔ (حوالہ مذکور کالم ۳)

المسلم | اس اقتباس میں بھی یہ چیز نہیں ہے کہ جو جماعت المسلمین میں شامل نہ ہو وہ کافر ہے۔

چھٹا اقتباس | "الجماعۃ" کے امیر کی بیعت لازمی ہے۔ بیعت نہ کرنے والے کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ "الجماعۃ" سے مراد وہ جماعت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی جماعت المسلمین کے مشابہ ہو، اس میں کامل وحدت ہو، فرقوں اور جماعتوں کا مرکب نہ ہو، اس کا نام بھی وہی ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا اور کام بھی وہی ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تھا یعنی اس خالص اور کامل اسلام پر عمل کرنا جو آسمان سے نازل ہوا تھا۔ الحمد للہ جماعت المسلمین ان تمام شرائط کو پورا کرتی ہے" (حوالہ مذکور کالم ۳)

المسلم | اس اقتباس میں بھی یہ نہیں ہے کہ جو شخص جماعت المسلمین میں شامل نہ ہو وہ کافر ہے۔

الغرض صلاح الدین صاحب نے ہمارے مضمون سے چھ اقتباس پیش کئے۔ ان میں کسی اقتباس میں وہ یہ پیش نہیں کر سکے کہ جو شخص جماعت المسلمین میں شامل نہ ہو وہ کافر ہے۔ لہٰذا ان کا یہ فرمانا کہ" وہ ابتداء میں جس بات کی تردید کر رہے ہیں بتدریج اسی کی تائید و حمایت میں آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں" (حوالہ مذکور کالم ۱) کس حد تک صحیح ہے؟ انہوں نے ہم پر جو الزام لگایا تھا اُسے وہ ثابت نہیں کر سکے۔ فللہ الحمد۔

(۴) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:-

" بعض امراض ایسے ہیں جو معمولات زندگی برقرار نہیں رہنے دیتے اور بعض وہ ہیں جن کی موجودگی سے ان معمولات میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ عقائد اور افکار اور اخلاقی و روحانی امراض کا معاملہ بھی کم و بیش ایسا ہی ہے۔ ان میں بگاڑ کی سطح ہلکی اور اسفل السافلین کے درجہ پر پہنچا دینے والی انتہائی پست بھی ہو سکتی ہے۔

مسعود احمد صاحب کے ہاں ایسی کوئی درجہ بندی نہیں۔ آدمی مسلم ہوگا یا کافر اور مشرک" (تکبیر شمارہ ۶ مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۹۳ء ص ۱ کالم ۲)

المسلم | ہمارے ہاں بھی ایک لحاظ سے درجہ بندی ہے۔ صلاح الدین صاحب کا بیان صحیح نہیں بلکہ اتہام ہے۔ ہمارے ہاں کفر اور شرک، کبیرہ گناہ اور صغیرہ گناہ تینوں کی درجہ بندی موجود ہے۔ ہم گناہ صغیرہ یا کبیرہ کے مرتکب کو کافر نہیں کہتے، مسلم ہی کہتے ہیں لیکن یہ صحیح ہے کہ آدمی یا تو مسلم ہوگا یا اگر مسلم نہیں ہوگا تو کافر ہوگا۔ بیچ کا درجہ کونسا ہے کہ نہ مسلم ہو، نہ کافر؟

(۵) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :

"مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو کھلم کھلا اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کا مذاق اڑاتے ہیں وہ یقیناً ملحدین کے گروہ میں شامل ہیں لیکن جو اسلام کے کسی جزء کا انکار نہیں کرتے، اس پر پختہ یقین رکھتے ہیں مگر غیر شعوری طور پر بعض غیر اسلامی عقائد و اعمال کی بیماری میں مبتلا ہیں وہ کافر اور مشرک قرار نہیں دئے جاسکتے۔"..
.... مسعود احمد صاحب کے ہاں اس فرق و امتیاز کی گنجائش نظر نہیں آتی"
(حوالہ مذکور کالم ۳)۔

المسلم | یہ بھی اتہام ہے۔ دونوں میں فرق ہے البتہ اگر دوسرا شرک یا کفر کا مرتکب ہو تو یہ فرق بہت کم رہ جائے گا۔

(۶) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

"صرف مڑنے تڑنے اور میلا ہو جانے سے نوٹ کی قیمت کم نہیں ہوتی البتہ خستگی کی ایک کیفیت ایسی آجاتی ہے جہاں یہ اپنی قیمت کھو دیتا ہے" (حوالہ مذکور)

المسلم | ہمیں اس سے اتفاق ہے۔ خستگی کی یہ کیفیت جب ہی آئے گی جب کوئی مسلم شرک یا کفر کا مرتکب ہو جائے۔ ایسی صورت میں اس کا ایمان اپنی قیمت کھو دیگا۔

صلاح الدین صاحب! ہم ایسی مثالوں سے مرعوب نہیں ہوتے اور نہ انہیں دلیل کا درجہ دیتے ہیں۔ ہم دلیل تو صرف آیت یا حدیث کو مانتے ہیں تاہم ہم نے آپ کی عقلی دلیلوں کو تسلیم کرکے ان کا معقول جواب دے دیا ہے۔

(۷) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

"اللہ کا رسول تو اس معاملہ میں اتنا محتاط تھا کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے

نفاق کا علم ہونے کے باوجود اس کی نماز جنازہ پڑھانے کھڑا ہوگیا تاوقتیکہ اللہ نے بذریعہ وحی اسے روک نہ دیا" (حوالہ مذکور)

المسلم | صلاح الدین صاحب ! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کی ایک جھلک ہے۔ دشمنوں کے ساتھ یہ سلوک، یہ ہمدردی اپنی مثال آپ ہے۔ تاریخ عالم ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ مکارم اخلاق کے بہت ہی بلند مقام پر فائز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی بالآخر گواہی دی :

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (نٓ - ۴) اور (اے رسول) آپ عظیم (الشان) خلق پر (فائز) ہیں۔

کافروں کے ساتھ بھی آپ کی ہمدردی کا یہی عالم تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ○ (الکہف - ٦) اگر کافر اس کلام پر ایمان نہیں لاتے تو ہوسکتا ہے کہ آپ ان کے پیچھے افسوس کرتے کرتے اپنی جان کو ہلاک کر دیں۔

صلاح الدین صاحب، آپ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محتاط تھے۔ یہ احتیاط کس لئے تھی؟ کیا آپ کو شبہ تھا کہ کہیں عبداللہ بن ابی مسلم نہ ہو۔ ہرگز نہیں۔ احتیاطاً آپ نے نمازِ جنازہ نہیں پڑھی بلکہ اپنے بے پناہ اخلاقِ کریمانہ اور شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمدردی کے جذبہ سے نماز جنازہ پڑھی لیکن بایں اخلاق کریمانہ اور جذبۂ ہمدردی حکمِ الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ ہم بھی کسی قدر ہمدردی کا جذبہ تو رکھتے ہیں لیکن آیاتِ ربانی اور احادیث نبوی کی روشنی میں اصل حقیقت کو واضح کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں۔ ہم صحیح مفہوم کے ساتھ آیاتِ ربانی اور احادیثِ نبوی کو پیش کر دیتے ہیں اور نتیجہ کو احتیاطاً قارئین کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔

(۸) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"جس معاملہ میں قرآن کا حکم اور رسولؐ کا فیصلہ واضح ہو اس میں کوئی دوسرا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا" (حوالہ مذکور ص۱۱ کالم ۱)

المسلم | صلاح الدین صاحب سے ہمارا سوال ہے کہ اگر کوئی ایسا فیصلہ کرتا ہے تو اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ اِلَّا اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے علاوہ دس

فِیْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ (صحیح بخاری کتاب المحاربین و صحیح مسلم کتاب الحدود) سے زیادہ کوڑے نہ مارے جائیں۔

فقہ میں ہے :۔

والتعزیر اکثرہ تسعۃ وثلثون سَوْطاً (ہدایہ، کتاب الحدود باب فصل فی التعزیر) تعزیر میں زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑے (مارے جاسکتے) ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کتنا واضح ہے پھر بھی اس کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ ایسا کرنے والے کو کیا کہا جائے؟ کیا یہ تفقہ ہے یا بغاوت؟

(۹) جناب صلاح الدین صاحب فرماتے ہیں :۔

"لیکن جہاں کوئی گنجائش یا اشتباہ موجود ہو وہاں مآخذ قانون کی منشاء کے مطابق قانون سازی کی جاسکتی ہے" (حوالہ مذکور ص۱۱ کالم ۱)

المسلم | کیا یہ قانون دین میں شامل ہوگا؟ اگر شامل ہوگا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ دین کامل نہیں، ناقص ہے۔ دین یقیناً کامل ہے۔ اس میں اضافہ نہیں ہوسکتا۔ یہ فیصلہ قانون کی شکل اختیار نہیں کرسکتا۔ ضرورتاً اس کو وقتی فیصلہ تو کہہ سکتے ہیں، قانون نہیں کہہ سکتے۔ قانون وہ ہوتا ہے جس کے خلاف فیصلہ نہ کیا جائے، وقتی فیصلہ کسی وقت بھی رد کیا جاسکتا ہے۔

صلاح الدین صاحب اوپر حدیث میں جس تعزیر کا ذکر تھا اس میں کونسا اشتباہ تھا کہ اس کے خلاف فیصلہ کیا گیا اور اس غلط فیصلہ کو قانون کا درجہ دیا گیا۔ یہ تو دین سازی ہے اور دین سازی شرک ہے۔

(۱۰) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

"ان (اماموں) میں سے کوئی ایسا نہیں جس نے خود کو قرآن و سنّت سے بالاتر سمجھا ہو" (حوالہ مذکور ص۱۱ کالم ۱)

المسلم | یہ صحیح ہے۔ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن کیا ان کے مقلدین نے بھی ایسا ہی سمجھا ہے۔ معروفیت بہت ہے ورنہ بیسیوں مثالیں پیش کرتا۔ اوپر دس کوڑوں کی تعزیر کے سلسلہ میں جو مثال دی گئی ہے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ کیا اس مثال میں سنّت کو بالاتر سمجھا گیا ہے؟

(۱۱) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"اخلاص موجود ہو تو مجتہد کی غلطی بھی اجر و ثواب کا ذریعہ بن جاتی ہے اور اس کا پیرو کار اپنی کم علمی کے باعث اس کے علم پر اعتماد ہی کو سلامتیٔ فکر کا محفوظ راستہ سمجھتا ہے" (حوالہ مذکور صـ۱۱ کالم ۲)

المسلم | مجتہد کی غلطی بشرطیکہ وہ حاکم ہو (کیونکہ حدیث میں حاکم کا لفظ ہے) یقیناً اجر کا باعث ہے۔ حاکم کا اجتہاد وقتی فیصلہ ہوتا ہے۔ عالم کا اجتہاد دائمی قانون ہوتا ہے۔ عالم تو دین سازی کرتا ہے لہذا اجر و ثواب تو کجا اس کے حصہ میں تو کچھ اور ہی آتا ہے۔

(۱۲) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"غلطی واضح ہونے پر رجوع اور اصلاح کی روش اختیار کی جانی چاہیئے" (حوالہ مذکور صـ۱۱ کالم ۳)

المسلم | لیکن کیا ایسا ہوتا ہے ؟

(۱۳) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"مسعود احمد صاحب قرآن اور حدیث دونوں کو یکساں درجہ دیتے ہیں (حوالہ مذکور صـ۱۱ کالم ۳)۔

المسلم | واجب الاتباع اور حجت ہونے کے لحاظ سے دونوں یکساں ہیں۔ صلاح الدین صاحب بھی اس کے قائل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :-

"اللہ کے رسول کا ثابت شدہ قول یا عمل ہو وہ بھی دین میں حجت اور واجب الاتباع ہے" (حوالہ مذکور صـ۱۱ کالم ۳)

اتباع اور حجیت کے علاوہ قرآن مجید کا مرتبہ ہر لحاظ سے بہت زیادہ بلند ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ بالکل صحیح ہے۔ اس پر اعتراض لغو ہے۔

(۱۴) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"انکارِ حدیث ایک علیحدہ مسئلہ ہے اور اس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔

(حوالہ مذکور صـ۱۱ کالم ۳)۔

المسلم | صلاح الدین صاحب، وہ دائرہ اسلام سے کیوں خارج ہے ؟ اس کا اللہ پر ایمان ہے، توحید کا وہ قائل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ رسول مانتا ہے اور آخری

نبی مانتا ہے، قرآن مجید کو منزل من اللہ کتاب مانتا ہے پھر وہ دائرہ اسلام سے خارج کیوں؟ آخر کوئی تو وجہ ہے؟ ایسی ہی کوئی وجہ ہمارے پاس ہوتی ہے جس کی بنیاد پر ہم کسی کے فعل کو شرک یا کفر کہہ دیتے ہیں، کافر پھر بھی نہیں کہتے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل کے مقابلہ میں کسی دوسرے کے قول یا فعل کو مانتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ یقیناً صحیح ہے۔ اس پر جو تنقید کرتا ہے وہ اپنا انجام سوچ لے۔

(۱۵) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

"آیت تو کسی سے ایک بھی نہ گھڑی جا سکی لیکن موضوع احادیث کا انبار لگ گیا اور ڈھائی سو سال بعد امام بخاری جب صحیح اور غلط روایات کی چھان بین کا عظیم الشان کام کرنے بیٹھے تو ۶ لاکھ احادیث میں سے وہ ۶ ہزار یعنی صرف ایک فی صد پر مطمئن ہو سکے۔" (حوالہ مذکور ص۱۲ کالم ۱)

المسلم گھڑی ہوئی آیت کی مثال دیکھنی ہو تو مجود الحسن صاحب کی کتاب "ایضاح الادلہ" مطبوعہ مطبع قاسمی مدرسہ اسلامیہ دیوبند بماہ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ کا ص۹۷ ملاحظہ فرمائیں جس پر مندرجہ ذیل موضوع آیت ملے گی :۔

" فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ وَ اِلٰى اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ "

صلاح الدین صاحب ذرا تلاش کر کے بتایئے یہ آیت قرآن مجید میں کس جگہ ہے۔

ڈھائی سو سال کا شاخسانہ بالکل فرضی ہے۔ امام بخاری نے جو احادیث چھوڑیں وہ اس لئے نہیں چھوڑیں کہ وہ سب ضعیف تھیں۔ نہیں، انہوں نے بہت سی صحیح حدیثوں کو کتاب کی ضخامت کی وجہ سے چھوڑ دیا یا اس وجہ سے چھوڑ دیا کہ وہ ان کے سخت سندی معیار پر پوری نہیں اترتی تھیں۔ تفصیل کے لئے فتح الباری، تفہیم الاسلام، برہان المسلمین وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۶) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

"مسعود احمد صاحب کے پورے لٹریچر میں عقائد و افکار پر زیادہ زور ہے۔ اعمال اور بالخصوص معاملات پر کم۔ میرا شعور ایمان اور تصور آخرت دوسرے پہلو کو

زیادہ اہمیت دینے پر خود کو مجبور پاتا ہے" (حوالہ مذکور صـ۱۱ کالم ۱)

المسلم | یہ الزام ہے۔ صلوٰۃ المسلمین، صوم المسلمین، زکوٰۃ المسلمین، حج المسلمین اور بالخصوص منہاج المسلمین اور تفسیر قرآن عزیز اس الزام کی تردید کے لئے کافی ہیں۔

اگر عقائد پر زیادہ زور ہے تو کوئی قابل اعتراض بات بھی نہیں اس لئے کہ عقائد کی خرابی تو کافر کر دیتی ہے۔ اعمال کی خرابی سے کافر نہیں ہوتا۔ اعمال کی قبولیت کے لئے قرآن مجید میں جگہ جگہ "وَهُوَ مُؤْمِنٌ" کی شرط ہے یعنی عقیدہ اگر صحیح ہوگا تو اعمال فائدہ دیں گے ورنہ نہیں۔

(۱۷) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"میری تحریر کے جس اقتباس کی بنیاد پر مسعود احمد صاحب نے ڈاکٹر اسرار احمد کے موقف کے حوالے سے ان کی اور اپنی جانب سے تردید فرمائی ہے اس میں "اپنی پسند کی کسی نہ کسی جماعت" کے الفاظ کو "ان کی اپنی جماعت" سے بدل دیا گیا ہے یوں مفہوم کچھ سے کچھ ہو گیا ہے۔" (حوالہ مذکور صـ۱۲ کالم ۳)

المسلم | ہم یہاں صلاح الدین صاحب کے مضمون کا متعلقہ اقتباس پیش کرتے ہیں۔ اس اقتباس سے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ مفہوم میں کوئی فرق نہیں آیا۔

صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :-

"انہی (آیات و احادیث) کی بنیاد پر بعض جماعتوں کے بانی رہنما مسلمانوں کے لئے اپنی پسند کی کسی نہ کسی جماعت سے وابستگی کو فرض عین قرار دیتے ہیں اور وجوب و لزوم کا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔ اس معاملہ میں تنظیم اسلامی کے سربراہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور جماعت المسلمین کے بانی جناب مسعود احمد صاحب سرفہرست ہیں۔ دوسری جماعتیں بھی جن میں احرار، خاکسار، تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، جمعیت علمائے پاکستان، جمعیت علمائے اسلام، جمعیت اہلحدیث اور دوسری دینی جماعتیں شامل ہیں اپنے اپنے لٹریچر میں انہی آیات اور احادیث کو اپنے قیام کے جواز میں پیش کرتی ہیں لیکن ان کے ہاں وہ شدت نہیں جو ڈاکٹر اسرار احمد اور جناب مسعود احمد کے موقف میں پائی جاتی ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی بھی اگرچہ ایک ہمہ گیر اسلامی انقلابی جماعت کے بانی ہیں لیکن وہ جماعتی زندگی کی ضرورت و اہمیت پر غیر معمولی زور دینے کے باوجود اسے شرائط ایمان میں شامل نہیں کرتے" (تکبیر

شمارہ ۴۷ مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۹۲ء صفحہ ۹ کالم ۲)

المسلم | اقتباس بالا میں خط کشیدہ عبارت "اپنی پسند کی" سے مراد عوام کی اپنی پسند مراد ہے تو پھر شدّت کی شکایت صحیح نہیں اور اگر شدت کی شکایت بجا ہے تو "اپنی پسند کی" سے مراد "ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی اپنی پسند کی جماعت" کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

دوسری خط کشیدہ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ "تنظیم اسلامی" میں شامل ہونا شرطِ ایمان ہے۔ کیا اب بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک جو شخص "تنظیم اسلامی" میں شامل نہ ہو وہ مؤمن ہے۔ ڈاکٹر صاحب پر جو الزام صلاح الدین صاحب نے لگایا تھا اب اس کا تاویل کے ذریعہ انکار فرما رہے ہیں۔ ہم اپنے مضمون میں ثابت کرچکے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک جو شخص تنظیم اسلامی میں شامل نہ ہو وہ کافر نہیں۔

(۱۸) ڈاکٹر صاحب کی جس شدّت کا ذکر اوپر گذرا اس شدت میں بقول صلاح الدین صاحب جماعت المسلمین بھی شریک ہے یعنی جماعت المسلمین میں شرکت فرض عین، واجب، لازم اور شرطِ ایمان ہے۔ دوسرے لفظوں میں جو شخص جماعت المسلمین میں شامل نہ ہو وہ کافر ہے۔

ہم نے جناب صلاح الدین صاحب سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ ہماری کتاب سے ثابت کریں کہ "جو شخص جماعت المسلمین میں شامل نہ ہو وہ کافر ہے" وہ ہماری کسی ایسی تحریر کا حوالہ نہیں دے سکے اور تقلید کی بحث چھیڑ بیٹھے اور "التحقیق فی جواب التقلید" سے چند اقتباسات پیش کرکے انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ "مقلّد" کافر ہے۔ صلاح الدین صاحب "مقلّد کافر ہے" اور "جو شخص جماعت المسلمین میں شامل نہ ہو وہ کافر ہے"۔ یہ دو علیحدہ علیحدہ مسئلے ہیں۔ ایک کے ثبوت سے دوسرا ثابت نہیں ہوگا۔ پہلے جملہ کا اثر صرف ان لوگوں پر پڑتا ہے جو تقلید کرتے ہیں۔ دوسرے جملہ کا اثر تمام لوگوں پر پڑتا ہے خواہ وہ تقلید کریں یا تقلید نہ کریں۔

صلاح الدین صاحب ہم نے پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ ہم فعلِ کفر کو کفر تو ضرور کہتے ہیں لیکن کسی کو کافر نہیں کہتے۔ تقلید کے سلسلہ میں جو اقتباسات صلاح الدین صاحب نے نقل کئے ہیں ان میں بھی یہ تفنید ملتا ہے۔ ہم نے تقلید کو کفر تو کہا لیکن مقلّد کو کہیں بھی کافر نہیں کہا۔ صلاح الدین صاحب یہ تاثر دے رہے ہیں کہ ہم نے کافر کہا۔ ہم نے فعلِ تقلید کو کفر کہا۔ صلاح الدین صاحب نے نتیجہ خود نکالا کہ "مقلّد کافر ہے"۔ رہی شرک کی بحث تو یہ ایسی کوئی چیز نہیں جو ہماری ایجاد ہو۔ ایمان کے ساتھ شرک تو قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ○ (یوسف۔ ۱۰۶)

اکثر لوگ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود مشرک ہوتے ہیں۔

یعنی صرف کافر ہی مشرک نہیں ہوتے، ایمان والوں کی اکثریت بھی مشرک ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر فرماتا ہے :۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ (الانعام۔ ۸۲)

جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں شرک کی ملاوٹ نہیں کی اُن کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یاب ہیں۔

نوٹ :۔ اس آیت میں ظلم کے معنیٰ شرک خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں۔ (صحیح بخاری)

الغرض مندرجہ بالا آیتوں سے ثابت ہوا کہ اکثر کلمہ گو بھی مشرک ہوتے ہیں۔ اب ان کا کیا حشر ہوگا اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ ہم تو قرآن مجید کی روشنی میں بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ شرک بخشا نہیں جائے گا۔

(۱۹) صلاح الدین صاحب التحقیق سے ہمارے مضمون کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جو درج ذیل ہے :۔

"(احکام الٰہی کی) شرح بھی وہی حجت ہوگی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ملے گی اور جو شرح رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ نہ پہنچے بلکہ خود ساختہ ہو تو وہ شرح اللہ کی شرح کے مقابلہ میں واقع ہوگی اور اسی لئے شرک ہوگی۔ شارع بھی اللہ اور شارح بھی اللہ۔ اگر امام کو آپ شارح سمجھتے ہیں تو یہ بھی شرک ہے۔"

(تکبیر شمارہ ۷ مورخہ ۱۸ ر فروری ۱۹۹۳ء صفحہ ۱۳ کالم ۱)

یہ اقتباس نقل کرنے کے بعد صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :۔

"یہاں اللہ اور رسولؐ اور قرآن اور حدیث کے مساوی الحیثیت ہونے کا وہی تصور کارفرما ہے جس کی جانب تمہید میں اشارہ کیا گیا تھا۔" (تکبیر ۷ مؤرخہ ۱۸ ر فروری ۱۹۹۳ء صفحہ ۱۳ کالم ۱)

المسلم | صلاح الدین صاحب کو غلط فہمی ہوئی۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ وہ قصداً لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کر کے ہمیں بدنام کر رہے ہیں۔ ہمارے مندرجہ بالا اقتباس سے یہ نتیجہ نکالنا

کہ :" اللہ اور رسول کی مساوی حیثیت ہے اور قرآن مجید اور حدیث نبوی مساوی الحیثیت ہیں" انصاف کا خون کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں کہ قرآن مجید اور حدیث نبوی حجیت اور اتباع کے لحاظ سے یکساں ہیں نہ کہ ہر لحاظ سے یعنی احکامِ الٰہی اور احکامِ رسول واجب الاطاعت ہونے کے لحاظ سے یکساں ہیں۔

(۲۰) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :-

"مسعود احمد صاحب نے غضب یہ کیا کہ اپنی جماعت کا نام " جماعت المسلمین" رکھا اور یہ سمجھ لیا کہ اس حدیث میں جس جماعت کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہی ان کی قائم کردہ جماعت ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنا نام "محمد" یا "احمد" رکھ لے اور خود کو اصل محمد یا احمد کے متبادل قرار دے ڈالے" (تکبیر شمارہ ۷ مورخہ ۱۸، فروری ص۱۳ کالم ۲)

المسلم | صلاح الدین صاحب نے کیا خوب نتیجہ نکالا ہے اس کی داد تو قارئین کرام ہی دیں گے ۔ کم علم علماء کی طرح یہ پھبتی صلاح الدین کو زیب نہیں دیتی۔ صلاح الدین صاحب کا مطلب یہ ہے کہ ہم " جماعت المسلمین " کے علاوہ کوئی اور نام رکھتے۔ ہم پوچھتے ہیں کیوں رکھتے؟ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والوں کی جماعت کا نام رکھ چکے تو اس کے بجائے دوسرا نام کیوں رکھیں۔ ہمارے مخالفین تلملا اٹھے ہیں کہ افسوس یہ سعادت ہمیں نصیب نہیں ہوئی۔ اب حسد اور تعصب میں کیسے کیسے طنز ہم پر کر رہے ہیں۔

(۲۱) **عجیب و غریب۔** صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :-

" اللہ کی صفت رحم و کرم کا تو یہ عالم ہے کہ وہ غیر مسلموں کو بھی ایمان اور اعمال صالح پر اجر و انعام کی بشارت دیتا ہے" (حوالہ مذکور ص۱۳ کالم ۲ و ۳)

المسلم | کیا غیر مسلموں کو غیر مشروط بشارت دی گئی ہے یا کوئی شرط بھی رکھی گئی ہے۔ شرط تو یقیناً ہے اور وہ ہے ایمان اور عمل صالح کی۔ کیا اس شرط کو پورا کرنے کے بعد بھی وہ غیر مسلم رہیں گے۔ اگر نہیں رہیں گے تو پھر وہ مسلم ہوں گے اور مسلم بن کر اللہ کے رحم و کرم کے مستحق ہوں گے۔ اس سے کس کو انکار ہے؟

(۲۲) **طرفہ تماشا۔** صلاح الدین صاحب فرماتے ہیں :-

"یہاں صرف تین بنیادی باتوں پر جن میں سے دو کا تعلق عقیدے سے اور ایک کا عمل سے ہے (اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان اور نیک عمل) اجر اور بخشش کی نوید دی جا رہی ہے اور آخری نبیؐ کو ماننے کی شرط بھی سرے سے ساقط کر دی گئی ہے۔"
(حوالہ مذکور صـ۱۳ کالم ۳)

المسلم | لیجئے صلاح الدین صاحب کے نزدیک نجات کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا شرط نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ
(المائدہ ـ ۶۸)

(اے رسول) کہہ دیجئے اے اہل کتاب تم کسی چیز پر نہیں (یعنی تم ہدایت پر نہیں) جب تک تم توریت، انجیل اور اس کتاب کو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے قائم نہیں کرو گے۔

اس آیت میں قرآن مجید پر ایمان لانے کو شرط قرار دیا گیا ہے اور قرآن مجید پر کوئی شخص اسی وقت ایمان لا سکتا ہے جب وہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر ایمان لائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ○ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ○
(النساء ـ ۱۵۰ و ۱۵۱)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور اللہ اور اسکے رسولوں کے درمیان تفریق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور بیچ میں ایک راستہ نکالنا چاہتے ہیں یہ لوگ حقیقی کافر ہیں۔ ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے اور جو شخص ایسا نہیں کرتا وہ یقیناً کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قُلْ يَآيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف ـ ۱۵۸) اے رسول ، کہہ دیجئے اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے۔

الغرض اس قسم کی متعدد آیتیں ہیں۔ ایمان والوں کے لئے تو ایک ہی آیت کافی ہے۔ مزید برآں کوئی عمل صالح نہیں ہو سکتا جب تک سنّت کے مطابق نہ ہو۔ سنّت کے خلاف جو عمل بھی ہوگا وہ صالح نہیں ہوگا اور سنّت کے مطابق عمل محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے کو مستلزم ہے لہٰذا آیت زیر بحث سے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی شرط ساقط نہیں ہوتی۔

(۲۳) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"آخری نبیؐ کو نہ ماننے والوں کے لئے بھی اللہ کی طرف سے محض اپنی ذات پر اور آخرت پر ایمان رکھنے اور نیک عمل کرنے کی بناء پر اجر کی بشارت اور خوف و رنج سے تحفظ کی ضمانت" (تکبیر مورخہ ۱۸ فروری ص ۱۳ کالم ۳)

المسلم | علمائے کرام کے لئے تبلیغ سے چھٹی کی بشارت صلاح الدین صاحب نے دیدی ہے اب انہیں صلاح الدین صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

(۲۴) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی سب مسالک ہیں فرقے نہیں۔ اساسیاتِ دین پر ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ فرقہ کی مثال تو معتزلہ جیسی ہے جنہوں نے قرآن کو مانا تو ضرور مگر اس کے متن کو کلام الہٰی کے بجائے مخلوق کا درجہ دیدیا" (حوالہ مذکور ص ۱۳ کالم ۲)۔

المسلم | صلاح الدین صاحب یہ مسلک کیا چیز ہے؟ کیا عہدِ رسالت میں اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے؟ مزید برآں یہ بھی بتائیں کہ کلام الٰہی کو غیر مخلوق ماننا کیا ایمانیات میں شامل ہے۔ اگر ہے تو قرآن مجید یا احادیث میں ایمانیات کی فہرست میں اس عقیدہ کا کہیں ذکر ملتا ہے۔ اگر ملتا ہے تو بتائیں۔

نوٹ :- مندرجہ بالا سوالات کا یہ مطلب نہیں کہ ہم قرآن مجید کو مخلوق مانتے ہیں۔

صلاح الدین صاحب ذرا یہ تو بتایئے کہ اساسیات دین کون کون سے ہیں جن میں یہ سب متفق ہیں۔ ہمیں تو یہ بتایا جاتا ہے کہ عقائد میں بھی ان کے تین گروہ ہیں :- اشاعرہ، ماتریدیہ اور حنابلہ پھر یہ اساسیاتِ دین میں متفق کیسے ہوئے ؟

(۲۵) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"اگر مسعود احمد صاحب علم قرآن وسنّت کا منصب سنبھال کر اپنے پیروکاروں کے لئے ہدایت اور رہنمائی کا کام انجام دے سکتے ہیں اور ان کے علم پر اعتماد رکھنے والے پیروکاران سے یہ سمجھ کر استفادہ کر سکتے ہیں کہ کوئی دوسرا ان کی رائے میں ان کا ہمسر یا ہم پلّہ نہیں تو پھر امت مسلمہ کے اندر یہی طرز عمل دوسروں کے لئے ممنوع اور حرام کیوں ہے" (حوالہ مذکور صلا ۱۴ کالم ۲)

المسلم | مسعود احمد کا کوئی پیرو نہیں، سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہیں۔
مسعود احمد اپنی کوئی رائے دیتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ کسی کو بھی دینِ الٰہی میں رائے دینے کا اختیار نہیں۔ مسعود احمد مبلغ ہیں، شارع نہیں ہیں۔

(۲۶) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"مسالک کو در یا برد کرنے کا اختیار انہیں کس اتھارٹی نے عطا فرمایا ہے (حوالہ مذکور صلا ۱۴ کالم ۲)

المسلم | اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان نے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ (صحیح مسلم کتاب الایمان)
جو شخص تم میں سے کوئی بری بات دیکھے تو اُسے چاہیئے کہ اپنے ہاتھ سے اُسے بدل دے۔

منکر کی مثال اس سے بڑی اور کیا ہوگی کہ ایک اسلام کے کئی اسلام بنا لئے۔ پہلے گذر چکا ہے کہ حدیث میں دس کوڑے سے زیادہ کی ممانعت ہے لیکن فقہ میں اجازت ہے۔ کیا اسی کا نام اسلام ہے۔

(۲۷) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :-

"حضرت امیر معاویہؓ، حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے درمیان

خلافت کے مسئلہ پر نزاع کیوں رہا، تلواریں کیوں نکلیں، خون کیوں بہا۔" (حوالہ مذکور ص۱۴ کالم ۲)

المسلم | تاریخ کے ان افسانوں میں سے سچائی کی کشید جوئے شیر لانے کے مانند ہے۔ انتظامی امور یا نصبِ خلیفہ پر اختلاف تھا۔ دینی فرقے نہیں بنے تھے۔ اگر بنے ہوتے تو آج حنفی، شافعی کی طرح کوئی معاویائی ہوتا، کوئی حسینی اور کوئی زبیری ہوتا۔ صلاح الدین صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اگر صحیح ہے تو اسے اچھا کون کہتا ہے، جو کچھ ہوا برا ہوا۔ صحابہ کرام کے درمیان تلواریں چلنے کی روایتیں جعلی ہیں۔

(۲۸) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"قرآن و سنت پر حضرت عمر فاروق رضؓ کی بھی پوری نظر تھی اور حضرت علیؓ بھی ان سے کم نہیں، کچھ آگے ہی تھے" (حوالہ مذکور ص۱۴ کالم ۲)

المسلم | مجموعی حیثیت سے علم میں حضرت علیؓ کو حضرت عمرؓ پر فوقیت دینا صحیح نہیں۔ اس میں شیعیت کی جھلک پائی جاتی ہے۔

(۲۹) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضورؐ نے حج کے دوران نماز قصر کی۔ حضرت عثمانؓ نے ہمیشہ پوری نماز ادا کی کیونکہ وہ مکہ میں خود کو مسافر نہیں سمجھتے تھے" (حوالہ مذکور ص۱۴ کالم ۲)

المسلم | اس میں کونسا اختلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مقیم ہوتے تھے تو چار پڑھتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے کو مقیم کیوں تصور کیا اس کی وجہ انہوں نے بتادی تھی۔ وہ وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں نہیں تھی۔

فہم کے اختلاف سے اجتہادی اختلاف ایک فطری چیز ہے لیکن حق کے واضح ہوجانے کے بعد اپنے اجتہاد پر قائم رہنا بہت بری بات ہے اور ہم اسی کی برائی بیان کرتے ہیں۔ حق مل جانے کے بعد اجتہاد کی غلطی ظاہر ہوجاتی ہے۔ ایسی صورت میں اگر آدمی رجوع کرلیتا ہے (جیسا کہ بقول صلاح الدین صاحب حضرت عمرؓ نے کیا) تو بہت خوب اور اگر نہیں کرتا تو پھر یہ بہت قبیح فعل ہے۔ امت کا اختلاف اجتہادی نہیں، تقلیدی ہے اور اسی تقلیدی اختلاف نے امت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اب کوئی رجوع نہیں کرتا، جو جس ڈگر پر چلا جارہا ہے چلا جارہا ہے۔ اختلاف

اگرچہ فطری چیز ہے لیکن اختلاف پر جم جانا، بحث مباحثہ کرنا، اختلاف کو ہوا دینا اور فرقے بنالینا قطعاً حرام ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

وَلَا تَخْتَلِفُوْا (صحیح بخاری) اختلاف نہ کیا کرو۔

بہر حال اگر صحابہ کرام میں وقتی اور عارضی اختلاف ہو بھی گیا تو نہ کوئی ابوبکری بنا اور نہ کوئی عمری بنا۔ دین کتاب وسنت ہی میں مرکوز رہا۔

لوگوں کے سامنے حق واضح ہو گیا ہے کہ ایمان والوں کا نام "مسلمین" ہے پھر بھی اڑے ہوئے ہیں کہ اہلحدیث نام درست ہے۔ اسے کیا کہا جائے۔

صلاح الدین صاحب نے صحابہ کے اختلاف کی بعض ایسی مثالیں بھی دی ہیں جو محض انتظامی امور سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کو دینی اختلاف کی مثال میں پیش کرنا صحیح نہیں۔

(۳۰) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :۔

"حضرت امیر معاویہ رض سے حضرت امام حسن رض نے بیعت نہیں کی، حضرت امام حسین رض نے نہیں کی اور نوبت جدال وقتال تک پہنچی" (حوالہ مذکور کالم ۳)

المسلم | صلاح الدین صاحب اس کا ثبوت دیجئے۔

(۳۱) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

"اگر رائے اور مسلک کے واضح اختلافات اور ان میں سے کسی کی حمایت یا مخالفت کے باوجود پورے گروہ صحابہ کا ایمان سلامت رہا تو بعد میں امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام حنبل کے لئے یا ان کے پیرو کاروں کے لئے حرام کیوں ہو گیا"

المسلم | صحابہ کا محولہ بالا اختلاف اور حمایت یا مخالفت تنظیمی امور میں تھی۔ اگر دینی امور میں بھی تھی تو عارضی۔ نہ انہوں نے اختلاف کو ہوا دی اور نہ کوئی فرقہ بنایا۔ ائمہ اربعہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ ہم ان میں سے کسی کو برا نہیں کہتے۔ ہم تو ان کو برا کہتے ہیں جنہوں نے اختلافات کو ہوا دی، اپنے یا اپنے کسی بزرگ کے اجتہاد پر جم گئے، پھر اس اجتہاد کے دفاع کے لئے اصول بنائے اور آیت یا حدیث کو اس اصول کی روشنی میں مسترد کر دیا، فرقے بنائے اور فرقوں کی حفاظت کے لئے یہ اصول وضع کیا کہ ان چار کے باہر حق نہیں، مثال کے طور پر دو اصول ملاحظہ فرمائیے :۔

ابوالحسن عبید اللہ کرخی لکھتے ہیں :۔

ان کل خبر یجیئ بخلاف قول — بے شک ہر اس حدیث کو جو ہمارے اصحاب

اصحابنا فانه یحمل علی النسخ او علی انه معارض بمثله ثم صار الی دلیل اخر او ترجیح فیه بما یحتج اصحابنا من وجوہ الترجیح او یحمل علی التوفیق ۔
(اصول کرخی اصل ۲۹)

(یعنی فقہائے حنفیہ) کے خلاف ہوگی نسخ پر محمول کیا جائے گا یا یہ سمجھا جائے گا کہ یہ اُس جیسی کسی دوسری حدیث کے خلاف ہے پھر کوئی اور ایسی دلیل یا وجہ ترجیح ان وجوہ ترجیح میں سے جن کی بنیاد پر ہمارے اصحاب حجت قائم کرتے ہیں لائی جائے گی یا اُسے تطبیق پر محمول کیا جائے گا ۔

اس اصول نے مفروضہ پر مفروضہ قائم کرکے کس طرح صحیح حدیث کو تسلیم نہ کرنے کی تربیت دی ہے ۔

یہ اصول صرف احادیث ہی تک محدود نہیں بلکہ قرآن مجید کی آیات بیّنات بھی اسی جیسے اصول کے تحت تسلیم نہیں کی جاتیں ۔ ابوالحسن کرخی لکھتے ہیں :۔

ان کل آیۃ تخالف قول اصحابنا فانها تحمل علی النسخ او علی الترجیح والاولی ان تحمل علی التاویل من جهة التوفیق
(اصول کرخی اصل ۲۸)

بے شک ہر وہ آیت جو ہمارے فقہاء کے قول کے خلاف ہوگی اُسے یا تو نسخ پر محمول کیا جائے گا یا ترجیح پر محمول کیا جائے گا اور اولیٰ یہ ہے کہ اُس آیت کو تاویل پر محمول کیا جائے تاکہ توافق ظاہر ہو جائے ۔

صلاح الدین صاحب بتایئے کیا یہی وہ اسلام ہے جس کا آپ دفاع کر رہے ہیں ۔ ائمہ اربعہ کا تو ہم بھی دفاع کرتے ہیں لیکن ان اصولوں اور ان اصولوں پر بنائے گئے مذہب اور فرقہ بندی کو ہم تسلیم نہیں کرتے ۔ ان کو دریا برد کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ صحیح اسلام آئے جو ان اصولوں کی بھینٹ چڑھا دیا گیا ۔

(۳۲) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

" رسول اللہ ؐ کے زمانہ میں جس جماعت کے لئے " الجماعۃ " اور " جماعت المسلمین" کی اصطلاح استعمال ہوتی تھی کیا صحابہ کرام رضؓ اختلافِ رائے اور متعدد مواقع پر باہمی نزاع کے باعث اس سے خارج بھی تھے ۔" (حوالہ مذکور ص۱۵ کالم ۱)

المسلم | صحابہ کرام اور موجودہ فرقوں کے اختلاف کی نوعیت یکساں نہیں ہے اور یہ ہم پہلے

ثابت کر چکے ہیں لہٰذا اُن کا "الجماعۃ" سے اخراج کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم پھر اپنی بات کو دوہراتے ہیں کہ ان میں نہ فرقے تھے، نہ دینی نزاع کبھی ہوا، رہا دنیاوی نزاع تو اس کی حیثیت بھی افسانے سے زیادہ نہیں (تاریخ مطول کا انتظار کیجئے)۔

(۳۳) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

"جماعت کے بغیر اسلام نہیں کا مطلب یہ نہیں کہ عقیدہ کے طور پر اس کی نفی ہو گئی۔۔ ...... یہ نفی اور اثبات کا پیرایہ اظہار نہیں کسی چیز کی اہمیت واضح کرنے کا ایک مؤثر اور دلنشین اسلوب ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے صحت کے بغیر زندگی نہیں یہاں زندگی کے لئے صحت کی اہمیت پر زور دینا مقصود ہے" (حوالہ مذکور ص۱۵ کالم ۱)

المسلم صحت کے بغیر زندگی نہیں یہ تو ایک محاورہ ہے لیکن کیا امیر کے بغیر جماعت نہیں یہ بھی ایک محاورہ ہے۔ اگر امیر نہ ہو تو یقیناً جماعت نہیں ہوگی بھیڑ ہوگی۔ صلاح الدین صاحب کی جماعت یقیناً امیر سے محروم ہے لہٰذا اسے "الجماعۃ" کہنا ہی صحیح نہیں۔

(۳۴) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

"آغاز صلاح الدین کی "الجماعۃ" (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ) کے ذکر سے ہوا تھا، وہ اپنے امیر (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے محروم ہے"۔ (حوالہ مذکور ص۱۵ کالم ۲)

المسلم صلاح الدین صاحب نے شکست کا اعتراف کر لیا۔ اس وقت "الجماعۃ" کا امیر کوئی نہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امیر ہیں، اس طرح انہوں نے امیر کی کمی کو پورا کر لیا۔ سوال یہ ہے کہ اس وقت اگر جہاد ہو تو کس کی قیادت میں ہوگا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کریں گے کونسا دستہ کس طرف جائے، کس وقت جائے۔ وہ جماعت جو بغیر امیر کے ایک بھیڑ ہے کس کی اطاعت کرے تاکہ یکجہتی باقی رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امارت کیا وقتی امیر کی ضرورت سے بے نیاز کر سکتی ہے۔

(۳۵) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

"مسلمانوں کی اس وقت ۵۰ آزاد ریاستیں ہیں اور قوت نافذہ انہی کے ہاتھوں میں ہے پھر الجماعۃ معدوم اور اسلام ناپید کیسے ہو گیا"۔ (حوالہ مذکور ص۱۵ کالم ۲)

المسلم | صلاح الدین صاحب کا مطلب یہ ہے کہ یہ ریاستیں "الجماعۃ" ہیں اور ان کے فرمانروا قوت نافذہ کے مالک ہیں یعنی خلیفہ ہیں۔ ایسی "الجماعۃ" اور ایسے خلیفہ ان کو مبارک ہوں۔ جہاں فرمانروا اور انتظامیہ کمیونسٹ ہو، ملحد ہو، اسلام کا مذاق اڑاتی ہو، پیشاب سے پاکیزہ چیزیں لکھتی ہو وہاں "الجماعۃ" کا وجود ہمیں تو تسلیم نہیں۔ کوئی ایک ملک تو بتا دیجئے جہاں کا فرماں روا دل سے اسلام کی ترقی کا خواہشمند ہو، اسلام کا سچا وفادار ہو۔ سیاسی طور پر اسلام کا نام لینے اور سیاسی طور پر عید کی نماز پڑھنے سے اگر کوئی دہریہ خلیفہ بن سکتا ہے تو ایسے خلیفہ کو صلاح الدین صاحب ہی شرعی معنٰی میں خلیفہ تسلیم کر سکتے ہیں۔

(۳۶) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

"مسلمان نہ حکومت کی سطح پر معدوم ہوئے اور نہ اصلاحی اور عوامی سطح پر پھر مسعود احمد صاحب کا اخذ کردہ نتیجہ کیسے تسلیم کیا جائے" (حوالہ مذکور ص۱۵ کالم ۳)

المسلم | حکومت کی سطح پر جو لوگ ہیں وہ اسلام کے وفادار نہیں۔ وہ ہر اسلامی تحریک کو کچلنے والے تو ضرور ہیں اسلام کے خیر خواہ نہیں لہٰذا حکومت کی سطح پر مسلم یقیناً معدوم ہیں۔ اصلاحی اور عوامی سطح پر اگر کچھ کام ہوا ہے تو خالص اسلام کے لئے شاید ہی کوئی کام ہوا ہو۔ ایسی صورت میں ہمارا نتیجہ بالکل صحیح ہے۔ ہم شرک کو اسلام نہیں کہہ سکتے۔ اگر صلاح الدین صاحب کے نزدیک جلوس اور جلسوں کا نام اسلام ہے تو پھر بے شک عوام میں اسلام موجود ہے۔

(۳۷) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :۔

"میرا موقف یہ ہے کہ اسلامی ریاست میں اولی الامر ہی کی اطاعت کی جائے گی"

(حوالۂ مذکور ص۱۵ کالم ۳)

المسلم | بالکل صحیح ہے۔ اگر اسلامی ریاست نہ ہو تو پھر جماعت کے اس امیر کی اطاعت کی جانی چاہئے جو جماعت 'اسلامی ریاست' کو قائم کرنے کے لئے کوشش کر رہی ہو۔ ایسے امیر کی اطاعت کئے بغیر اسلامی ریاست کا قیام ناممکن ہے۔ جس اطاعت کے بغیر اسلامی ریاست قائم نہ ہو سکے بھلا وہ ضروری کیوں نہ ہوگی۔ اولوالامر میں ہر قسم کا امیر شامل ہے۔ حکومت کی قید خود ساختہ ہے۔ صلاح الدین صاحب بھی بے حکومت امیر کی اطاعت کو ضروری سمجھتے ہیں جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے "بے حکومت امیر کی اطاعت کی جائے گی" (حوالہ مذکور کالم ۳ سطر ۳۰ اور سطور ۴۳ و ۴۴)

(۳۸) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"اسلامی ریاستیں بھی موجود ہیں اور ان کے امیر بھی" (حوالہ مذکور ص۱ کالم ۱)

المسلم | اسلامی ریاستوں کے امیر سے صلاح الدین صاحب کی مراد ان ریاستوں کے بادشاہ یا صدر ہیں۔ ان میں سے تقریباً سب عقیدتاً نہیں تو عملاً ضرور اسلام سے بیزار ہیں۔ ان کو امیر یا خلیفہ کا لقب دینا اس لقب کی توہین ہے۔ عوام کی اکثریت بدعات، مشرکانہ رسوم، جلسے اور جلوس، اسلام کے متوازی خود ساختہ جعلی اسلام کے متبع ہیں۔ پھر بھی صلاح الدین صاحب کے نزدیک وہ ریاستیں اسلامی ریاستیں ہیں۔ سعودی عرب کے متعلق شاید صلاح الدین صاحب حسن ظن رکھتے ہوں گے لیکن وہ خود جا کر دیکھ لیں کہ وہاں کیسا اسلام ہے۔ ابھی حال ہی میں سعودی حکومت کے کفر پر عربی زبان میں ایک کتاب شائع ہوئی۔ بہرحال ان ریاستوں کے جیسے امیر ویسی ہی رعایا۔ گرہمیں مکتب و ہمیں ملا۔ کار طفلاں تمام خواہد شد۔ اصلاحی تحریکوں میں بھی یہ کہیں نہیں ہے کہ اصل اسلام کی طرف آؤ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اصلاحی تحریکیں بھی مصلحت کا شکار ہیں۔ وہ اصل اسلام کی دعوت کے نتائج کا پہلے سے اندازہ لگا کر اس سے صرف نظر کرتے ہیں۔

(۳۹) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"جب ریاست ہی نہیں بلکہ "ریاستیں" موجود ہیں تو ان کی قوت نافذہ بھی موجود ہے"

(حوالہ مذکور ص۱۹ کالم ۱)

صلاح الدین صاحب ایک اور شمارہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

"اوامر و نواہی کا تعلق ریاست کی قوت نافذہ ہی سے ہو سکتا ہے" (تکبیر ص۳۴ مورخہ ۱۹ ار نومبر ۱۹۹۲ء کالم ۲)

المسلم | ان ریاستوں کی قوت نافذہ جو کچھ کر رہی ہے اور اسلام کی بیخ کنی کے سلسلہ میں جو کچھ ہو رہا ہے صلاح الدین صاحب ہم سے زیادہ ہی واقف ہیں۔ اوامر و نواہی تو کجا جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس فریضہ کی ضد ہے پھر بھی بقول صلاح الدین صاحب یہ اسلامی ریاستیں ہیں اور ان کے سربراہ امیر ہیں۔ صلاح الدین صاحب ہمیں مسلم امیر چاہئے، محض مسلم نام کا امیر نہیں چاہئے۔

(۴۰) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"امر و نہی کا جو کام افراد اور جماعتیں کر رہی ہیں اور تاریخ کے ہر عہد میں مسلسل

کرتی رہی ہیں ان کا مقصد ریاست اور اس کی قوت نافذہ کو تابعِ شریعت کرنا اور قیادت کو بہتر بنانا ہے ۔ اس لئے یہ کام لاحاصل اور لایعنی نہیں انتہائی اہم اور قابل قدر ہے " (حوالہ مذکور صـ ۱۶ کالم ۱)

المسلم | صلاح الدین صاحب لکھ چکے ہیں کہ اوامر و نواہی کا تعلق ریاست کی قوت نافذہ ہی سے ہو سکتا ہے اور اب یہاں یہ لکھ رہے ہیں کہ یہ کام جماعتیں اور افراد بھی کر رہے ہیں اور قوت نافذہ کو تابع شریعت بنانے کی کوشش میں مصروف ہیں گویا قوت نافذہ تابع شریعت نہیں اور نہ وہ اوامر و نواہی کے فریضہ کو انجام دے رہی ہے پھر بھی ان جماعتوں اور افراد کا کام لاحاصل نہیں ۔ یہی ہمارا کہنا ہے یعنی قوت نافذہ موجود ہو یا نہ ہو جماعتوں کو امر و نہی کے فریضہ کو ادا کرنا چاہیئے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب ان کے امیروں کی اطاعت کی جائے خصوصاً ایسی صورت میں کہ قوتِ نافذہ یعنی خلیفہ موجود ہی نہ ہو تو خلافت کے قیام کے لئے کام کرنے والی جماعت کے امیر کی اطاعت اسی طرح لازمی ہوگی جس طرح خلیفہ کی ۔ اگر ایسے امیر کی اطاعت نہ کی جائے تو قیام خلافت کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا ۔

(۴۱) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :-

"مسعود احمد صاحب جس طرح بیمار مسلمان کو معدوم بنا دیتے ہیں اسی طرح وہ غیر معیاری مسلم ریاستوں کو بھی وجود سے عدم میں پہنچا دیتے ہیں ۔ ان کا انداز فکر یہ ہے کہ ہر شئے معیار مطلوب کے ساتھ موجود تسلیم کی جائے گی اور معیار کی معمولی پستی کے ساتھ ہی وہ معدوم ہو جائے گی " (حوالہ مذکور صـ ۱۶ کالم ۱)

المسلم | صلاح الدین صاحب آپ مثالوں اور عقلی دلائل سے ہمیں لاجواب نہیں کر سکتے ۔ بہرحال ہم آپ کے عقلی دلائل کا بھی تجزیہ کرتے ہیں ۔ ہر وہ خلیفہ یا امیر جس کی حکومت میں اسلامی قانون نافذ ہو ، وہ خود آکر مسجد میں نماز پڑھاتا ہو اگر خلفائے راشدین کے مقابلہ میں پست مقام پر ہو تو ہم اُسے برداشت کرلیں گے اور اس کو خلیفہ ہی مانیں گے ، اس کی اطاعت کو لازم سمجھیں گے لیکن جو خلیفہ معیار میں صفر کے مقام سے بھی گر کر منفی مقام پر پہنچ جائے تو پھر اس کے لئے معیار کی پستی کا سوال ہی نہیں ہوگا ۔ وہ معیار کے کسی بھی مقام پر ہوتا تو بجا وہ تو معیار کی ضد ہو گا ۔ مثلاً اگر کوئی خلیفہ غلطی ہی نہیں کرتا بلکہ غلطی ہی کی حمایت کرتا ہے ، جو دین کے فروغ کے لئے کام نہیں کرتا بلکہ بے دینی پھیلاتا ہے اور دین کو برباد کرنے پر تلا ہوا ہے تو ایسے خلیفہ کو ہم گھٹیا

درجہ کا خلیفہ بھی تسلیم نہیں کریں گے۔ اسلام کا دشمن خواہ وہ عقیدتاً ہو یا عملاً خلیفہ نہیں ہوسکتا۔ اس کے کام کفر بواح ہوں اور ہم اُسے خلیفہ تسلیم کریں، ہرگز نہیں۔ اسلامی لحاظ سے اس کے وجود کو کالمعدوم سمجھا جائے گا۔

(۴۲) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :-

"مسعود احمد صاحب کا ارشاد ہے کہ" خلیفہ کے انتخاب کے لئے بیعت عامہ کبھی نہیں ہوئی۔ اسلام میں جمہوریت جیسے شرک کا وجود ہی نہیں۔"

" سیکولر جمہوریت کے حوالے سے جس میں مقتدر اعلیٰ عوام ہیں ان کی بات درست ہے لیکن وسیع تر اور حقیقی مفہوم میں ہر وہ نظام جمہوری ہو جاتا ہے جہاں براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کی بعثت اور ان کی امارت ملوکیت کے اصول وراثت یا جابرانہ آمریت اور غاصبانہ عسکری قبضے سے ہٹ کر کوئی بھی ایسا طریق انتخاب اختیار کیا جائے جس میں عوام کو اپنے حکمراں کے انتخاب میں شرکت کا موقع مل جائے"

(حوالہ مذکور ص۱۶ کالم ۲)

المسلم | اسلام میں عوام کو اپنا حکمراں خود منتخب کرنے کا حق یا اختیار نہیں ہے اور نہ ایسا کبھی ہوا۔ بیعت خلیفہ منتخب کرنے کے لئے نہیں ہوتی بلکہ منتخب خلیفہ کی اطاعت اور وفاداری کے لئے ہوتی ہے۔

(۴۳) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :-

" حکمرانوں کا انتخاب عوام **یا** ان کے معتمد اہل الرائے کرتے ہیں" (حوالہ مذکور ص۱۶ کالم ۲)

المسلم | صلاح الدین صاحب نے "یا" لگا کر اپنے اصول کی کمزوری کو تسلیم کرلیا۔ یہ معتمد اہل الرائے مختلف پارٹیوں کے ہوں گے یا ایک مسلم قوم کے۔ اگر مختلف پارٹیوں کے ہوں گے تو خلیفہ کا انتخاب تو نہیں ہوسکے گا البتہ جھگڑا اور فساد ہوگا اور اگر مختلف پارٹیوں کے وجود کو قانوناً تسلیم نہیں کیا جائے گا تو پھر اس کو جمہوریت کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ جمہوریت میں مختلف پارٹیوں کا وجود ممنوع نہیں۔ عوام کو حق انتخاب دینے کے معنی ہی یہ ہیں کہ مختلف پارٹیاں لازماً وجود میں آئیں گی، نتیجۃً انتخاب نہیں ہوسکے گا جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔

مزید برآں یہ معتمد اہل الرائے آئیں گے کہاں سے؟ اگر عوام انہیں منتخب کریں گے تو پھر

دہی جھگڑے کی صورت پیش آئے گی۔ اکثریت کی بنیاد پر عموماً نااہل منتخب ہو جائیں گے۔ انہیں معتمد علیہ کہنا صحیح نہیں ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ عوام سب متقی ہوں گے، وہ نااہل کو ہرگز منتخب نہیں کریں گے تو یہ خوش فہمی کے سوا اور کچھ نہیں۔

عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ اہل الرائے نے حضرت ابوبکر رضؓ کو خلیفہ منتخب کیا۔ یہ صحیح نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارۃً ان کو نامزد کر دیا تھا، اہل الرائے نے اسی نامزدگی کی بنا پر انہیں خلیفہ تسلیم کر لیا۔

حضرت عمر رضؓ نے کہا: "اے انصار کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کی امامت کریں تو تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ ابوبکر رضؓ سے آگے بڑھے۔ انصار نے کہا: ہم اس بات سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں کہ ابوبکر رضؓ سے آگے بڑھیں" (مسند احمد۔ سندہ صحیح۔ بلوغ الامانی جزء ۲۳ صـ۶)

یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نامزدگی جسے سب نے قبول کیا۔ اس کے بعد نامزدگی ہی چلتی رہی۔ نہ کبھی خلیفہ کا عوام نے براہ راست انتخاب کیا اور نہ ان کے معتمد علیہ اہل الرائے نے۔ الغرض اسلام میں نامزدگی ہی نامزدگی ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔

(۴۴) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :۔

"انہوں نے (یعنی حضرت عمر رضؓ نے) فرد کی بجائے افراد کا پینل نامزد کر کے مسلمانوں کو ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لینے کا اختیار دیا۔" (حوالہ مذکور صـ۱۶ کالم ۲)

المسلم | صلاح الدین صاحب براہ کرم بتائیں کہ مسلمانوں کو اختیار دینے کا ذکر کس کتاب میں اور کس سند سے ہے؟

(۴۵) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :۔

"شام کے گورنر حضرت امیر معاویہ رضؓ نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا (حوالہ مذکور صـ۱۶ کالم ۳)

المسلم | یہ کس کتاب میں ہے اور اس کی سند کیسی ہے؟

(۴۶) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :۔

"جنگ کی جگہ بلوہ استعمال کرنے کے باوجود مسعود احمد صاحب کی بیان کردہ ہر حدیث میں "تلوار"، "لڑائی"، "قتل"، "برا بھلا کہنے اور گردن کاٹنے کا ذکر موجود ہے

اور بلوۂ جمل اور بلوۂ صفین میں یہ سب صورتیں موجود ہیں" (حوالہ مذکور صفحہ ۱۶ کالم ۳)

المسلم | یہ ضروری نہیں کہ بلوہ میں صحابہ کرام ان تمام کاموں کے فاعل تھے۔ فاعل تو وہ تھے جنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مصالحت برقرار رہے اور ہم قتل کئے جائیں۔ مار دھاڑ کرنے والے وہی لوگ تھے نہ کہ صحابۂ کرام۔

(۴۷) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"صحابۂ کرام .... کا اصل محرک ان کا تصور حق وباطل یا قیام عدل اور استیصالِ ظلم کی نیت تھا اس لئے ان کی تلواروں پر ان احادیث کا اطلاق نہیں ہوتا جن کا حوالہ مسعود احمد صاحب نے دیا ہے" (حوالہ مذکور صفحہ ۱۶ کالم ۳)

المسلم | اگر واقعی ان کی نیّت اچھی تھی تو وہ مل بیٹھ کر مسائل کو حل نہیں کر سکتے تھے۔ کیا مسائل کو حل کرنے کا یہی طریقہ تھا کہ دونوں طرف سے تلواریں چلیں اور صحابہ قتل ہوں؟ دونوں استیصالِ ظلم کی نیّت سے لڑ رہے تھے یعنی دونوں ایک دوسرے کو ظالم سمجھ رہے تھے؟ وہ تو دونوں ایک دوسرے کو ظالم سمجھ رہے تھے اور صلاح الدین صاحب ان کی صفائی پیش فرما رہے ہیں۔ جس طرح آپ ان کی نیک نیتی کی بنیاد پر ان کی صفائی پیش کر رہے ہیں ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کو نیک نیّت کیوں نہیں سمجھا؟

مثل مشہور ہے "ثبت العرش ثم انقش" پہلے تخت کا وجود تو ثابت کر دپھر نقش ونگار بنانا۔ پہلے یہ تو ثابت کیجئے کہ صحابہ کرام آپس میں لڑتے تھے پھر نیک نیّتی کی بنیاد پر ان کی صفائی پیش کیجئے۔ وہ لڑے ہی نہیں لہٰذا نیک نیّتی یا بدنیّتی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیا غیر مسلم بھی ان کو نیک نیّت سمجھ کر ان کو معذور سمجھے گا اور اگر وہ غیر مسلم منافق ہوگا تو کیونکہ وہ بلاواسطہ تو نبوّت پر چوٹ نہیں کر سکتا، صحابہ کے کردار کے ذریعہ بالواسطہ نبوّت پر چوٹ کرے گا۔ وہ یہ تاثر دے گا کہ جس کے فیضِ صحبت سے ایسے لوگ پیدا ہوئے وہ خود کیسا ہوگا۔ آپ تو بھول پن سے کہہ دیتے ہیں کہ وہ نیک نیّت تھے کیا دشمن بھی یہی کہے گا۔ افسوس ایسے بھول پن پر!

(۴۸) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :-

"بیعت کے قلادے والی حدیث کا مفہوم بھی وہ نہیں جو مسعود احمد صاحب نے اخذ کیا ہے جیسا کہ سطور بالا میں لکھ چکا ہوں۔ بیعت قبولیتِ قیادت اور اس کی حمایت

کا عملی اظہار ہے یہ براہ راست ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بھی ہو سکتی ہے، خاموش رہ کر دل کی قبولیت کے ساتھ بھی" (حوالہ مذکور ص ۱۶ ص ۱۷ بالترتیب کالم ۲ اور ۱)

المسلم | دل کی قبولیت کے ساتھ اگر بیعت ہو سکتی ہے تو پھر اس کو نفیٔ بیعت کیوں کہا جائے؟ صلاح الدین صاحب یہ بتائیے کہ نہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرے، نہ دل سے بیعت کرے بلکہ جب بیعت کے لئے کہا جائے تو یا تو انکار کر دے یا رُوپوش ہو جائے اس کا کیا حشر ہوگا؟ مزید برآں جب دل سے بیعت ہو سکتی ہے تو پھر آپ نے حضرت عبادہ بن صامت رضؓ کے متعلق کیوں لکھا کہ وہ جماعت سے علیحدہ ہو گئے تھے آپ لکھتے ہیں:۔

"جماعت سے علیحدہ ہونے کی پہلی مثال حضرت عبادہ بن صامت رضؓ کی ہے جنہوں نے کسی خلیفہ سے بیعت نہ کی لیکن ان کی روش باغیانہ نہیں تھی" (تکبیر ص ۴۷ مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۹۲ء ص ۱۰ کالم ۳)

المسلم | سوال یہ ہے کہ جب حضرت عبادہ بن صامت رضؓ نے دل سے بیعت کر لی تھی تو وہ جماعت سے علیحدہ کہاں ہوئے اور اگر جماعت سے علیحدہ ہو گئے تھے تو دل سے بیعت کہاں ہوئی؟ وہ تو (اگر روایت صحیح ہو) نہ حضرت ابو بکر رضؓ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، نہ ان کی وفات تک ان سے ملے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی بیعت دل سے بھی نہیں تھی تو اب ان کے متعلق کیا کہا جائے؟

نوٹ:۔ حضرت عبادہ بن صامت رضؓ سے صلاح الدین صاحب کی مراد سعد بن عبادہ ہیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ ہم نے جو کچھ اوپر لکھا ہے وہ حضرت سعد بن عبادہ رضؓ کے ہی متعلق ہے لیکن وہ روایت جھوٹ ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

(۴۹) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:۔

"بیعت کی دوسری ایجابی صورت یہ ہے کہ کسی فاسق و فاجر اور ظالم حکمراں سے نجات دلانے کے لئے کوئی بندۂ حق اٹھ کھڑا ہو اور میں اس کی قیادت میں نظامِ باطل کے خلاف جد و جہد میں شرکت کے لئے اس کے ہاتھ پر بیعت کروں یا دور رہتے ہوئے بھی اس کی تائید و حمایت میں سرگرم ہو جاؤں۔ یوں بیعت عادل حکمراں سے اور ظالم حکمراں کے خلاف لڑنے والے مردِ حق سے کی جا سکتی ہے۔" (تکبیر شمارہ ۷ مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۹۲ء ص ۱۷ کالم ۱)

المسلم | جماعت المسلمین کے امیر کے ہاتھ پر بیعت نظامِ باطل کے مٹانے کے لئے ہی کی جاتی ہے تو پھر

یا تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کر لیجیے یا دور رہتے ہوئے بھی اس کی تائید و حمایت میں سرگرم ہو جایئے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ اس وقت نظام باطل ہے کہاں تو پھر ہم سوائے انا للہ پڑھنے کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔

نوٹ :- صلاح الدین صاحب کی مندرجہ بالا عبارت میں " فاسق و فاجر اور ظالم " کے بجائے یہ ہونا چاہیئے : " کفر بواح کا مرتکب یا تارک الصلوٰۃ "

(۵۰) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

" حضرت سعدؓ کے بیعت نہ کرنے کا واقعہ بہت تفصیل سے طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۶۱۵ تا ص ۶۱۷، ابن حجر کی الاصابہ جلد دوم ص ۳ (صحیح ص ۳۰ ہے) حافظ ابن عبد البر کی الاستیعاب جلد دوم صفحہ ۴۰ طبری کی جلد سوم ص ۲۲۳، اور ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۳۲ پر ملاحظہ کیا جائے " (حوالہ مذکور ص ۱۷ کالم ۱)

المسلم: ابن سعد کی روایت میں محمد بن عمر کذاب ہے، الاصابہ کی روایت بے سند ہے، طبری کی روایت میں ابو مخنف کذاب رافضی ہے اور البدایہ والنہایہ کی روایت بے سند ہے۔ حضرت سعدؓ کی بیعت نہ کرنے کا واقعہ کسی کتاب میں بھی تفصیل سے نہیں ہے۔ البدایہ والنہایہ کا حوالہ دینے پر ہمیں سخت تعجب ہے۔ ابن کثیر نے ابن عبد البر کے حوالہ سے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے کے واقعہ کو بے سند نقل کیا اور پھر مسند امام احمد کے حوالہ سے اس کی تردید کی۔ ابن کثیر تو تردید کر رہے ہیں اور صلاح الدین صاحب انہیں معترف ثابت کر رہے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ حضرت سعدؓ کے بیعت نہ کرنے کا واقعہ جھوٹ ہے لہٰذا ان کے جاہلیت کی موت مرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ صلاح الدین صاحب کے نزدیک بیعت نہ کرنے کا واقعہ تو صحیح ہے لیکن وہ لکھتے ہیں :-

" میں ان بدری صحابی کے بارے میں جاہلیت کی موت تسلیم کرنا تو کجا اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔" (حوالہ مذکور ص ۱۷ کالم ۲)

ہم کہتے ہیں حضرت سعدؓ کی ذات بیعت نہ کرنے کے الزام سے پاک ہے لہٰذا وہ جاہلیت کی موت سے مبرا ہیں۔ صلاح الدین صاحب کہتے ہیں الزام تو صحیح ہے لیکن وہ جاہلیت کی موت سے پھر بھی مبرا ہیں۔ معلوم نہیں کیوں ؟

(۵۱) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :-

"مسعود احمد صاحب تو صحابیوں کی غلطی گنوا رہے ہیں میں نبیؐ کے سہو اور بذریعہ وحی اس کے ازالہ کا ذکر کر چکا ہوں" (حوالہ مذکور ص۱۷ کالم ۲)

المسلم صلاح الدین صاحب کے نزدیک "سہو" بھی غلطی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا ڈاکٹر عثمانی نے کہا تھا: صحابی عمرو بن العاص کے بحران پر حیرت کی کوئی بات نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تو بحران ہوا تھا (ملخصًا) نعوذ باللہ من ذٰلک۔ الغرض صلاح الدین صاحب نے تسلیم کر لیا کہ صحابی غلطی کر سکتا ہے۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا اس کی غلطی کو نمونہ بنایا جا سکتا ہے؟

(۵۲) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:-

"قرآن حکیم کے حوالے سے جن دو صحابیوں کی غلطی کی نشاندہی کی گئی ہے ان میں سے ایک بشر نامی یہودی منافق تھا" (حوالہ مذکور کالم ۲)

المسلم صلاح الدین صاحب سے ہمارا سوال ہے کہ اپنی اس تحقیقات کا حوالہ دیں اور سند بیان کریں۔

(۵۳) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:-

"تاریخ میں کہیں یہ ذکر نہیں ملتا کہ حضرت حاطبؓ کو منافق یا کافر قرار دے کر صحابہ کی صف سے نکال دیا گیا ہو" (حوالہ مذکور ص۱۷ کالم ۲)

المسلم مشکل یہ ہے کہ صلاح الدین صاحب نے غالبًا صرف تاریخ کا مطالعہ کیا قرآن مجید اور حدیث شریف کا انہیں علم نہیں۔ سب سے پہلے تو حضرت حاطبؓ کے غلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر کہا کہ "حاطب ضرور دوزخ میں داخل ہو گا" (صحیح مسلم) حضرت عمرؓ نے کہا: "اے اللہ کے رسول، مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۵۴) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:-

"حضرت حاطبؓ کا بیان سن لینے کے بعد حضورؐ نے انہیں معاف فرما دیا تھا اور وہ حالت ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے" (حوالہ مذکور ص۱۷ کالم ۲)

المسلم ہم بھی اسی کے قائل ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں معاف نہ فرماتے تو کیا وہ بحالت ایمان دنیا سے رخصت ہوتے۔ نہ شرف صحابیت کام آتا اور نہ شرف خدمت۔ یہی چیز ہے جس کو اللہ تعالٰی نے حضرت حاطبؓ اور دوسرے

مؤمنین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا :-

وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (الممتحنۃ - ۱) — اور (اے ایمان والو) جو شخص تم میں سے ایسا کرے تو وہ راستہ سے بھٹک گیا۔

وہ تو خیر ہو گئی کہ انہوں نے توبہ کر لی، معافی مانگ لی ورنہ اس آیت کا مصداق ہوتے۔

(۵۵) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :-

"افسوس! مسعود احمد صاحب نے ایک صحابی کو بھی غیر مسلم بنا دیا" (حوالہ مذکور کالم ۲)

المسلم | یہ اتہام ہے۔ حضرت حاطب رض کو معاف کر دیا گیا اور وہ صحابی ہی رہے۔ دوسرے واقعہ میں جس میں صلاح الدین صاحب نے "بشر نامی یہودی" کا نام لیا ہے (حالانکہ وہ شخص بدری صحابی تھے۔ صحیح بخاری) ہم حسنِ ظن رکھتے ہیں کہ انہوں نے بھی توبہ کر لی ہوگی۔ اگر وہ توبہ نہ کرتے تو کیا وہ پھر بھی مسلم رہتے۔ ایسا عقیدہ آیاتِ قرآنیہ کے خلاف ہے۔

(۵۶) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"اب حضرت سعد بن عبادہ رض کا معاملہ تو چھوڑیئے" (حوالہ مذکور کالم ۳)

المسلم | کیوں چھوڑیئے۔ حضرت ابوبکر رض جیسے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنا (اگر ثابت ہو جائے) تو یہ بڑا سنگین جرم ہے۔ اسے نظر انداز کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اس کی سنگینی کا احساس کرتے ہوئے ہی ہم نے اس واقعہ کے پرخچے اڑا دئے اور حضرت سعد رض کو اس جرم سے بری ثابت کر دیا۔

(۵۷) صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :-

"حضرت امیر معاویہ رض نے حضرت علی رض سے بیعت نہیں کی، حضرت علی رض نے حضرت معاویہ رض سے بیعت نہیں کی، حضرت عبداللہ بن زبیر رض اور حضرت امام حسین رض نے یزید سے بیعت نہیں کی، حضرت عمرو بن العاص رض نے حضرت علی رض سے بیعت نہیں کی، صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد نے دورِ فتن میں کسی سے بیعت نہیں کی" (حوالہ مذکور ص ۱۷ کالم ۳)

المسلم | صلاح الدین صاحب نے خود ہی "دورِ فتن" کہہ کر بیعت کے نہ کرنے کے عذر کو بیان کر دیا۔ اب ہم کیا لکھیں مگر ہم صلاح الدین صاحب سے اتنا ضرور پوچھتے ہیں کہ اگر دورِ امن ہوتا اور بیعت عامہ ہو گئی ہوتی پھر بھی یہ لوگ بیعت نہ کرتے تو کیا معذور ہوتے؟

حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔ صلاح الدین صاحب سے درخواست ہے کہ وہ اس چیز کو مع حوالہ اور صحت سند کے ساتھ بیان کریں۔ حضرت معاویہؓ حضرت علیؓ سے قصاص کیوں طلب کر رہے تھے۔ قصاص کی فریاد تو خلیفہ ہی سے کی جاتی ہے۔

حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ کی بیعت کیوں کرتے کیا حضرت معاویہؓ خلیفہ تھے۔

حضرت امام حسینؓ تو یزید کی بیعت کرنے کے لئے دمشق جا رہے تھے کہ راستے میں شہید کر دیئے گئے (نوٹ :- کربلا کوفہ اور دمشق کے درمیان ہے)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ایسے حالات میں کہ دمشق میں کسی خلیفہ کا انتخاب نہیں ہوا تھا اپنی خلافت کا اعلان کر چکے تھے تو بعد میں ہونے والے خلیفہ کی بیعت وہ کیوں کرتے۔ (تفصیلات کے لئے ہماری "تاریخ مطول" کا انتظار کیجئے)۔

صلاح الدین صاحب غلط، جعلی واقعات اور دورِ پرفتن کے الجھے ہوئے حادثات سے اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کی کوشش کوئی مستحسن فعل نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اسلام میں خلیفہ کی بیعت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ کیا آپ اس کی اہمیت کو ختم کرنا چاہتے ہیں؟

(۵۸) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"اس دور میں "جماعۃ المسلمین" کا قائد کون تھا؟ جن لوگوں نے اس کی بجائے کسی اور سے بیعت کی اس کے اور اس کے پیرودں کے ایمان کا مسئلہ کیسے طے ہوگا" (تکبیر ۷ مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۹۳ء صفحہ ۱۷ کالم ۳)

المسلم | "جماعت المسلمین" کا قائد خلیفہ تھا۔ جن لوگوں نے کسی اور کی بیعت کی ان کا مسئلہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق طے کرے گا۔

(۵۹) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"ائمہ اربعہ کے مسلکوں کو چھوڑیئے .... اگر اپنے اختلافات اور قرآن و سنت کی موجودگی میں تنازعات کے باوجود وہ سب حق پر تھے، "الجماعۃ" سے وابستہ تھے اور ان کی اجتماعی شناخت "جماعۃ المسلمین" کے نام سے ہوتی تھی تو آج بھی متحارب اور متصادم مسلمانوں کو الجماعۃ میں شامل سمجھیئے" (تکبیر ۷، ۱۸ فروری ۱۹۹۳ء صفحہ ۱۷ کالم ۳)

المسلم | اُن کا اختلاف دینی اختلاف نہیں تھا۔ وہ اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ کا مصداق

نہیں تھے۔ ان کا اختلاف صرف انتظامی امور میں تھا۔ برخلاف اس کے ائمہ اربعہ کی طرف منسوب کردہ مسلکوں کا اختلاف دینی اختلاف ہے۔ کسی کے ہاں کوئی چیز فرض ہے تو دوسرے کے ہاں وہی چیز حرام ہے۔ کسی کے ہاں کوئی فعل سنت ہے، دوسرے کے ہاں سنت نہیں ہے۔ موجودہ زمانے کے لوگ " اَقِيْمُوا الدِّيْنَ " پر عمل نہیں کرتے بلکہ " وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ " کا مصداق ہیں۔ حدیث کی رُو سے فرقے الجماعۃ میں شامل نہیں ہوتے۔ ہمارا ایمان حدیث پر ہے۔

(٦٠) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

" مرض کو دور کرنے کی بجائے مریض کو دور نہ کیجئے " (حوالہ مذکور ص۱۵ کالم ۳)

المسلم | صلاح الدین صاحب ہم آپ کی نصیحت کو خوش آمدید کہتے لیکن کیا کریں آپ کی نصیحت فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم " فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا " اور دعائے قنوت کے الفاظ " نَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ " کے خلاف ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ مریض کے لئے ہمارے دل میں ہمدردی بھی ہے، دردمندی اور دل سوزی بھی ہے۔

(٦١) صلاح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

" آپ اپنی بیعت اور اپنی جماعت میں شمولیت پر اصرار کو شرائط ایمان بنائے رکھیں گے تو خود ایک فرقہ کے بانی بن کر رہ جائیں گے اور تاریخ کس ستم ظریفی کے ساتھ یہ واقعہ رقم کرے گی کہ تمام مسلکوں اور فرقوں کو دریا برد کر کے دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک واحد جماعت بنانے کا عزم لے کر اٹھنے والا اپنے پیچھے مزید ایک فرقہ چھوڑ گیا "
(حوالہ مذکور ص۱۵ کالم ۲)

المسلم | صلاح الدین صاحب آپ کی یہ عبارت " اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا " کی مصداق ہے۔ اس عبارت میں بڑی جاذبیت ہے لیکن حقیقت سے عاری ہے۔

مزید ایک فرقہ چھوڑ گیا۔ کیا یہ حقیقت ہے۔ وہ فرقہ بھی عجیب ہوگا کہ نام اس کا " جماعت المسلمین "، کام اس کا براہ راست قرآن مجید اور حدیث شریف سے ماخوذ ہوگا۔ جماعت المسلمین تو اصل نام ہے اور عہد رسالت سے چلا آرہا ہے۔ فرقہ تو علیحدہ امتیازی فرقہ وارانہ نام سے بنتا ہے۔ اس کے نظریات بھی " جماعت المسلمین " سے نکلنے کے بعد ملحدانہ، باغیانہ، مشرکانہ، کافرانہ اور جماعت المسلمین کے نظریات کے خلاف ہوتے ہیں۔ ہمارا فرقہ نہ جماعت المسلمین یا الجماعۃ سے نکلا، نہ اس کے عقائد بدلے اور نہ اس نے اپنا نام بدلا۔ سب کچھ وہی تو پھر وہ فرقہ کیسے ہوگا۔

آپ ہمیں فرقہ کہہ رہے ہیں چلئے ہم اسے فرقہ ہی مان لیتے ہیں۔ یہ فرقہ سترہ اٹھارہ سال پہلے وجود میں نہیں تھا جیسا کہ آپ کو تسلیم ہے لیکن اس فرقے کے وجود کی بہت بڑی ضرورت تھی اس لئے کہ وہ فرقے تو موجود تھے جو "الجماعۃ" سے نکل چکے تھے وہ فرقہ نہیں تھا جو "الجماعۃ" تھا۔ یہ تو عجیب وغریب بات ہوتی کہ ۷۲ فرقے تو ہوتے اور تہتروان ناجی فرقہ نہ ہوتا۔ گمراہ فرقے تو ہوتے، اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ فرقہ نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ فرقے کا احیاء کریں۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ توفیق کے بعد وہ ہمیں اس کا اہل بھی بنائے۔

(٦٢) جن سوالات کے جوابات صلاح الدین صاحب نے نہیں دیئے وہ درج ذیل ہیں:-

١۔ ہم نے سوال کیا تھا کہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے کہاں لکھا ہے کہ جو شخص تنظیم اسلامی میں شامل نہیں وہ کافر ہے۔ صلاح الدین صاحب نے جو جواب دیا ہے وہ دفع الوقتی کے سوا کچھ نہیں۔

٢۔ ہم نے سوال کیا تھا کہ ہماری کسی کتاب سے ثابت کریں کہ "جو شخص جماعت المسلمین میں نہیں ہے وہ کافر ہے" صلاح الدین صاحب نے تقلید کی بحث چھیڑ دی اور ہمارے سوال کا جواب نہیں دے سکے۔

٣۔ ہم نے سوال کیا تھا کہ "الجماعۃ" کے علاوہ جو فرقے ہیں وہ کیا ہیں؟ مسلم ہیں یا کچھ اور۔ صلاح الدین صاحب نے اس سوال کا بھی جواب نہیں دیا۔

٤۔ اگر وہ فرقے بھی مسلم ہیں تو پھر وہ "جماعت المسلمین" ہوئے۔ ایسی صورت میں کونسی جماعت المسلمین سے چمٹا جائے اور حدیث "تلزم جماعۃ المسلمین" پر کس طرح عمل ہو۔ اس کا بھی جواب نہیں دیا۔

٥۔ مسلمانوں میں کوئی فرقہ ایسا نہیں گذرا اور نہ اس وقت موجود ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا انکار کرتا ہو یا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی "الجماعۃ" سے نکلنے کا اقرار کرتا ہو تو پھر بقول صلاح الدین صاحب وہ تمام فرقے "الجماعۃ" کا جزء ہوئے اور مسلم بھی ہوئے تو پھر ان کی جماعت کو "جماعت المسلمین" کیوں نہیں کہا گیا۔ کیوں ان سے علیحدہ رہنے کا حکم دیا گیا۔ صلاح الدین صاحب نے اس سوال کا جواب بھی نہیں دیا۔

۶۔ اگر وہ مسلم نہیں ہیں جیساکہ ہمارے مخالفین ہماری پیش کردہ حدیث سے منطقی نتیجہ اخذ کرتے ہیں تو آخر پھر وہ کیا ہیں ؟ اس سوال کا جواب بھی نہیں دیا۔

اگر وہ منطقی نتیجہ غلط ہے تو پھر وہ اُس غلط نتیجہ کو ہماری طرف کیوں منسوب کرتے ہیں۔ نتیجہ غلط خود اخذ کریں اور آگے سے ہماری طرف منسوب کریں۔ یہ بھی خوب ہے۔ اگر وہ منطقی نتیجہ صحیح ہے تو پھر ہمارا کیا قصور ہے ؟

۷۔ ابوداؤد کی ۷۳ فرقے والی حدیث کے حوالہ سے ہم نے لکھا تھا کہ ۷۲ اجزاء الجماعۃ میں شامل نہیں ہوں گے۔ صلاح الدین صاحب نے لکھا کہ تمام اجزاء "الجماعۃ" میں شامل ہوں گے کیونکہ وہ "الجماعۃ" میں شامل ہونے کے تمام شرائط پورے کرتے ہیں نتیجہ یہ نکلا کہ جبریہ، معتزلہ، قدریہ، خوارج، شیعہ وغیرہ سب "الجماعۃ" کے اجزاء ہیں۔ ہم نے لکھا اگر "الجماعۃ" سے مراد ان کی اہل سنّت والجماعت سے ہے تو جماعت المسلمین کے افراد کہاں جائیں گے ؟ کیونکہ وہ تو فرقۂ اہل سنّت والجماعت میں شامل نہیں۔ اس کا بھی جواب نہیں دیا۔

۸۔ صلاح الدین صاحب کے نزدیک فقہی اختلافات کی بنیاد پر بننے والے فرقے "الجماعۃ" میں شامل ہیں، سب مسلم ہیں، سب کا دین اسلام ہے۔ ہم نے سوال کیا کہ سب کا دین اسلام ہے تو ایک اسلام کے ۵ اسلام کیسے بن گئے کسی کے ہاں کوئی چیز حلال ہے تو وہی چیز دوسرے کے ہاں حرام ہے۔ صلاح الدین صاحب نے اس سوال کا بھی جواب نہیں دیا۔

۹۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (الشوریٰ - ۱۳) یعنی دین کو قائم کرو اور دین میں تفرقہ بازی نہ کرو۔ ہم نے سوال کیا تھا کہ حلال و حرام کا فرق تفرقہ بازی ہے یا نہیں ؟ صلاح الدین صاحب نے اس کا جواب نہیں دیا۔

۱۰۔ ہم نے سوال کیا تھا کہ فتووں کے ذریعہ حلال و حرام کرنا دین سازی ہے یا نہیں ؟ صلاح الدین صاحب نے اس کا جواب نہیں دیا۔

۱۱۔ ہم نے سوال کیا تھا کہ دین میں فتووں کو شامل کرنا شرک فی الدین ہے یا نہیں ؟ صلاح الدین صاحب نے اس کا بھی جواب نہیں دیا۔

۱۲۔ دین میں اضافہ کرنا " اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ " (آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا) کے منافی ہے یا نہیں۔ اس کا بھی جواب نہیں دیا۔

۱۳۔ دین میں آمیزش کرنا "اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ" (الزمر ۔ ۳) (خبردار ہو جاؤ ، اللہ کا تو خالص دین ہے) کی ضد ہے یا نہیں ۔ صلاح الدین صاحب نے اس کا بھی جواب نہیں دیا۔

۱۴۔ صلاح الدین صاحب نے تحریر فرمایا تھا:۔

"اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جن باتوں کو ماننے اور جن کو نہ ماننے پر ایمان کا مدار رکھا ہے ان میں بعد کے کسی امام کا ماننا نہ ماننا شامل نہیں ہے" (تکبیر شمارہ ۵۰ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۹۲ء صفحہ ۱۰ کالم ۱)

ہم نے ان کی مندرجہ بالا تحریر کی روشنی میں سوال کیا تھا کہ پھر کیوں نہ بعد کے اماموں کو چھوڑ کر صرف ایک امام مان لیں اور

۱۵۔ ایک جماعت بن کر " وَلَا تَفَرَّقُوْا " پر عمل کریں ۔ صلاح الدین صاحب نے ان سوالوں کا جواب نہیں دیا۔

۱۶۔ مودودی صاحب کی تحریر "کسی خاص نام یا کسی خاص مسلک سے فرق و امتیاز پیدا کرنا اور مسلمانوں کو مختلف پارٹیوں میں تقسیم کرنا .... تفرقہ پردازی اور گروہ بندی ہے" کی روشنی میں ہم نے سوال کیا تھا کہ پھر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے ؟

۱۷۔ کیوں انہیں برداشت کیا جا رہا ہے ؟

۱۸۔ کیوں ان کے خلاف قدم نہیں اٹھایا جاتا ؟

صلاح الدین صاحب نے ان سوالات کا بھی جواب نہیں دیا۔

۱۹۔ مودودی صاحب نے خود ایک پارٹی بنائی اور اپنے حنفی ہونے کا اقرار کیا ۔ کیا یہ قول و فعل کا تضاد نہیں ؟ صلاح الدین صاحب نے اس کا بھی جواب نہیں دیا۔

۲۰۔ مودودی صاحب کی تحریر کی روشنی میں ہم نے سوال کیا تھا کہ "کیا الجماعۃ کا نقصان کرنے والے" (یعنی اس کو کمزور کرنے والے) "الجماعۃ" کے وفادار ہو سکتے ہیں ۔؟ صلاح الدین صاحب نے اس سوال کا بھی جواب نہیں دیا۔

۲۱۔ جب تفرقہ پردازی کا نتیجہ اظہر من الشمس ہے تو نیک نیت لوگوں کے عمل میں اُن کی نیت کے مطابق تبدیلی کیوں نہیں آتی ؟ صلاح الدین صاحب نے اس سوال کا جواب بھی نہیں دیا۔

۲۲۔ ہم نے سوال کیا تھا : ایسے مسلک کو کیوں مانا جائے جس کا انکار کفر نہیں ۔ ایسی صورت

ہیں اس حق کو کیوں نہ مانا جائے جس کا انکار کفر ہے؟ صلاح الدین صاحب نے لکھا ہے کہ "ان کا مسلک بجائے خود دین نہیں ہے، دین تک پہنچنے کا ایک راستہ ہے، ان کی منزل تو مشترک ہے" (تکبیر شمارہ ۷ مورخہ ۱۸ر فروری ۱۹۹۳ء ص۱۱ کالم ۲) ہمارا سوال ہے کہ جب منزل مشترک ہے اور وہ منزل دین ہے تو پھر سب ایک ہی بات کیوں نہیں کہتے۔ مختلف باتیں، مختلف فتوے کیوں ہیں۔ حلال و حرام کا فرق کیوں ہے؟

۲۳۔ ہم نے قرآن مجید کی چند آیات اور احادیثِ نبوی میں سے چند احادیث پیش کر کے سوال کیا تھا کہ جن لوگوں کا مذہب ان آیات یا احادیث کے خلاف ہے تو کیا یہ ایمان ہے۔ صلاح الدین صاحب نے اس کا بھی جواب نہیں دیا۔ (یہ آیات اور احادیث ص۹ و ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

۲۴۔ صلاح الدین صاحب نے مودودی صاحب کے حوالہ سے لکھا تھا:۔

"اس قوم کو اگر کوئی چیز راس آسکتی ہے تو ایک ایسی جمہوری تحریک ہے جو پوری قوم کو ایک انجمن سمجھ کر شروع کی جائے" (تکبیر شمارہ ۴۷ مورخہ ۱۹ر نومبر ۱۹۹۲ء ص۹ کالم ۲ و ۳)

ہم نے اس اقتباس کی روشنی میں لکھا تھا کہ اسلام میں جمہوریت نام کی کوئی چیز نہیں۔ صلاح الدین صاحب نے جواب دیا کہ "جمہوریت" سے مودودی صاحب کی مراد "نظام جمہوریت" نہیں۔ یہ جواب بھی دفع الوقتی کے سوا کچھ نہیں۔

جمہوریت کے متعلق ہم نے جو کچھ لکھا تھا جناب صلاح الدین صاحب نے اسے اپنے جریدہ میں شائع نہیں کیا۔ ہماری تحریر ص۱۱ و ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔ تاریخ کی غلط بیانیوں کے متعلق جو کچھ ہم نے لکھا تھا وہ بھی صلاح الدین صاحب نے شائع نہیں کیا۔ ہماری تحریر ص۱۹ تا ۳۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۶۳) استہزاء اور تمسخر کی مثالیں

اب ہم صلاح الدین صاحب کے مضمون کے وہ اقتباسات پیش کرتے ہیں جن میں انہوں نے استہزاء اور تمسخر کے ذریعہ نفسیاتی اثر ڈال کر قارئین کو اپنے موقف کا مؤید بنانے کی کوشش کی ہے۔ صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:۔

۱۔ "یہاں پھر وہی اصرار ہے کہ جناب مسعود احمد صاحب کی قائم کردہ جماعت المسلمین میں شامل ہوئے اور ان سے بیعت کئے بغیر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی "الجماعۃ" میں شامل نہیں یعنی دائرہ اسلام سے خارج" (تکبیر ۷ مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۹۳ء صہ ۹ کالم ۳)

۲۔ "اب نبی ؐ کے جانشین ہونے اور اس کی قائم کردہ "الجماعت" کی متبادل جماعت فراہم کر دینے کے تصور کی انتہا مضمون کے افتتاحی پیراگراف میں ملاحظہ فرمائیے" (حوالہ مذکور صہ ۹ کالم ۳)

۳۔ "اب جائے رفتن نہ پائے ماندن، جسے مسلمان رہنا ہے وہ فوراً جناب مسعود احمد امیر جماعت المسلمین کی بیعت کرے" (حوالہ مذکور صہ ۱ کالم ۱)۔

۴۔ "ان کا اور ان کی جماعت کا وجود بجائے خود حق ہے، باقی سب باطل اور غیر اسلام" (حوالہ مذکور صہ ۱ کالم ۱)

۵۔ "مراکش سے انڈونیشیا تک پھیلی ہوئی مسلم دنیا اور پورے کرۂ ارض پر پھیلے ہوئے مسلمانوں میں سے جو بھی مسعود احمد صاحب کی قائم کردہ جماعت المسلمین میں یا ان کی سند یافتہ اس کی معلوم شاخ میں شامل نہیں وہ مسلمان نہیں" (حوالہ مذکور صہ ۱ کالم ۱)

۶۔ "خدانخواستہ تاریخ کے کسی عہد میں "جماعت المسلمین" کے قیام کی توفیق کسی کو میسر نہ آئی ہو تو پھر اس عہد کے تمام مسلمان کفار اور مشرکین ہی میں شمار کئے جائیں گے" (حوالہ مذکور صہ ۱ کالم ۱)

۷۔ "وہی واحد جماعتِ حق ہے۔ "الجماعۃ" کا متبادل اور اس کے مشابہ ہے اور اس کا امیر .... قلم منطقی نتیجہ کے اخذ و اظہار سے اللہ کی پناہ کرتا ہے" (حوالہ مذکور صہ ۱ کالم ۱)۔

تنظیمی امور کی سربراہی کے علاوہ اگر اور کوئی مشابہت مراد ہے تو ہمارا قلم بھی اس کے اظہار سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہے۔

کتنا بڑا طنز ہے جس کو صلاح الدین صاحب نے ڈیش لگا کر چھپا دیا ہے۔

۸۔ "مسعود احمد صاحب ائمہ اربعہ کو متوازی اسلام کا بانی اور ان کے مقلدین کو کسی نئے دین کا پیروکار قرار دے کر انہیں دائرہ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں۔" (حوالہ مذکور صہ ۱۱ کالم ۲)۔

ہم نے ائمہ کو اس چیز سے پہلے ہی بری الذمہ قرار دیا ہے (تکبیر ۶ مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۹۳ء صہ ۹ کالم ۳)۔

لہذا مذکورہ بالا اقتباس میں تمسخر بھی ہے اور ہماری وضاحت کے باوجود الزام بھی ہے۔

۹۔ "مسعود احمد صاحب قرآن اور حدیث کو دونوں کو یکساں درجہ دیتے ہیں" (حوالہ مذکور ص۱۱ کالم ۳)

اس الزام کا جواب گذر چکا ہے۔ ص پر ملاحظہ فرمائیں۔

۱۰۔ "مسعود احمد صاحب نے غضب یہ کیا کہ اپنی جماعت کا نام "جماعت المسلمین" رکھا" (حوالہ مذکور ص۱۳ کالم ۲)۔

ہم پوچھتے ہیں کہ پھر کیا "جماعت الکافرین" نام رکھنا چاہیئے تھا۔

۱۱۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنا نام "محمد" یا "احمد" رکھ لے اور خود کو اصل محمد یا احمد کے متبادل قرار دے ڈالے (حوالہ مذکور ص۱۳ کالم ۲)

کتنا بڑا طنز اور تمسخر ہے۔ یہ صلاح الدین صاحب کی قطعی شایانِ شان نہیں۔ بہرحال اس سے ان کے دلی بغض کا اظہار ہوتا ہے۔ صلاح الدین صاحب ان اوچھے ہتھیاروں سے آپ "جماعت المسلمین" کی ترقی کو روک نہیں سکتے۔ وہ الحمد للہ ترقی کر رہی ہے اور انشاء اللہ ترقی کرتی رہے گی اور انشاء اللہ العزیز آپ کی فرقوں بھری "الجماعۃ" کو توڑتی رہے گی۔ صلاح الدین صاحب کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو نادم ہونا پڑے۔

۱۲۔ "اب وہ (یعنی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب) بھی جب تک اپنی تنظیم کو توڑ کر مسعود احمد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کی "جماعت المسلمین" میں شامل نہ ہوں، ان کا ایمان معتبر نہیں۔"

۱۳۔ "یہاں مسعود احمد صاحب پھر اپنی "جماعت المسلمین" کو رسول اللہ ؐ کی قائم کردہ جماعت المسلمین تسلیم کرانے کے لئے قلم کا زور لگاتے دکھائی دیتے ہیں" (حوالہ مذکور ص۱۵ کالم ۱)

کتنا زبردست طنز ہے۔ ہماری جماعت المسلمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ جماعت المسلمین کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے لیکن درجہ میں نہیں، صرف نام کے لحاظ سے مشابہ ہے اور کیونکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروی پر مامور ہیں لہذا ہم پر ان کی پیروی میں انہی کے طرز و نام کی ایک جماعت بنانی ضروری تھی۔ ہم نے اس فرض کو پورا کر دیا ہے فللہ الحمد۔

۱۴۔ "لیجئے امیر غائب، اسلام ناپید اور مسلم معدوم، اب مسئلہ ان سب کو زندہ کرنے کا پیدا ہو گیا ہے۔ اس کی ایک صورت الحمد للہ پیدا ہو گئی ہے۔ امیر مسعود احمد صاحب ہیں؛

"الجماعۃ" جماعت المسلمین ہے۔ اب رہ گیا سوال مسلمانوں کے کہیں سے آنے کا سو جو بھی امیر کے ہاتھ پر بیعت کرتا اور اس کی جماعت میں شامل ہوتا جائے "مسلم" بنتا جائے گا اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد۔ کا مفہوم اب سمجھ میں آیا۔!" (حوالہ مذکور ص۱۵ کالم ۲)

کتنا بڑا طنز ہے۔ "اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد" تو طنز و تمسخر کا شاہکار ہے اور یہ جملہ شیعیت کا بھی غماز ہے۔ کربلاء کے واقعہ کے بعد تو ہمیں کہیں اسلام زندہ ہوتا نظر نہیں آیا۔ جو کیفیت تھی وہ بدستور جاری رہی۔ بقول کسی کے کافروں کا ہی راج رہا۔ ہمارے نزدیک تو یہ جملہ اس طرح ہونا چاہیے :۔ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر بدر و حنین کے بعد۔

۱۵۔ "مسعود احمد صاحب کا ایک دلچسپ طریقۂ بحث یہ بھی ہے کہ وہ نام یا عنوان کی تبدیلی کے ذریعہ حقائق کی صورت بدل ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسے اپنی جماعت کا نام "جماعت المسلمین" رکھ کر انہوں نے "الجماعۃ" قائم کر دی اور اُسے حضور کی قائم کردہ جماعت کا درجہ دے ڈالا" (حوالہ مذکور ص۱۶ کالم ۳)

صلاح الدین صاحب مثال دے کر بھی اپنے نظریہ کو نہیں سمجھا سکے۔ ان کا خط کشیدہ جملہ الزام بھی ہے اور تمسخر بھی۔

۱۶: "افسوس! مسعود احمد صاحب نے حضور کے بخشے ہوئے صحابی کو بھی نہ بخشا، اُسے غیر مسلم بنا دیا" (حوالہ مذکور ص۱ کالم ۲)۔

اگر صلاح الدین صاحب اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی لیتے تو بجا تھا۔ وہ آیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں جن میں ایمان کی یا صراط مستقیم کی نفی تھی۔ ہمارا تو ایمان ہے کہ انہوں نے توبہ کر لی وہ بخش دیے گئے۔ ہم تو شانِ صحابیت کی حفاظت کرتے ہیں لیکن بایں ہمہ شانِ رسالت کو اتنا بلند درجہ دیتے ہیں کہ اگر صحابی بھی اس شان کی ذرا سی بھی تنقیص کرے تو اس کی صحابیت معدوم ہو جائے گی۔ بہرحال صلاح الدین صاحب کا مندرجہ بالا تبصرہ بہت بڑا الزام، بہت بڑا طنز اور نہایت افسوسناک تمسخر ہے۔

ضمیمہ (۲)

ابھی ہمارا یہ کتابچہ طبع کے منازل طے کرنے نہیں پایا تھا کہ صلاح الدین صاحب کا ایک اور مضمون نظر سے گذرا جو تکبیر کے شمارہ نمبر ۹ مؤرخہ ۴ مارچ ۱۹۹۳ء کے صفحات ۱۰ تا ۱۲ میں طبع ہوا ہے۔ اس مضمون میں انہوں نے پھر یہی دعویٰ دوہرایا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی تھی۔ ہم بھی اپنا مطالبہ دوہراتے ہیں کہ وہ اپنے دعویٰ کو صحیح سند سے ثابت کریں۔ اگر ثابت نہ کر سکیں تو اپنی غلطی تسلیم کریں۔

دوسری چیز جس کا ذکر انہوں نے اس مضمون میں کیا ہے وہ ان کی تفسیری غلطی ہے جو انہوں نے اپنے سابق مضمون میں کی تھی یعنی:

"اللہ کی صفت رحم وکرم کا تو یہ عالم ہے کہ وہ غیر مسلموں کو بھی ایمان اور اعمالِ صالح پر اجر و انعام کی بشارت دے رہا ہے.................آخری نبیؐ کو ماننے کی شرط بھی سرے سے ساقط کر دی گئی ہے" (تکبیر شمارہ نمبر ۷ مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۹۳ء صفحہ ۱۳ کالم ۲ و ۳)

صلاح الدین صاحب نے اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "میں مولانا مفتی محمد شفیع اور مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر کو درست مانتے ہوئے اپنے سہو کو تسلیم کرتا ہوں" (تکبیر شمارہ ۹ مؤرخہ ۴ مارچ ۱۹۹۳ء صفحہ ۱۰ کالم ۳)

تعجب ہے کہ صلاح الدین صاحب کی اصلاح تفسیروں سے ہوئی اگر وہ قرآن مجید کا مطالعہ کرتے یا صحیح بخاری کتاب الایمان یا صحیح مسلم کتاب الایمان کا مطالعہ کرتے تو کسی تفسیر کو دیکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ امین احسن اصلاحی صاحب کی تفسیر کا حوالہ بھی خوب ہے جو اپنی تفسیر میں قرآن مجید کی کسی آیت کی تشریح میں شاید ہی کوئی حدیث لائے ہوں۔ وہ اور کتابوں کے مندرجات کے حوالے تو جا بجا دیتے ہیں لیکن اس مضمون کی حدیث کو نقل نہیں کرتے۔ امام بخاری اور صحیح بخاری کی تنقیص میں وہ خاص مہارت رکھتے ہیں۔

اگر واقعی صلاح الدین صاحب نے قرآن مجید کا مطالعہ کیا ہوتا تو ان کو ایسی آیت بھی جس میں نجات کے لئے یوم آخرت اور عمل صالح کی شرط بھی ساقط ہے مل جاتی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ — بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس

ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (الاحقاف ـ ۱۳) پر جم گئے ان کو نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غم گین ہوں گے۔

اگر ہم کسی ایک آیت کو لے کر بیٹھ جائیں اور اس سے نتائج اخذ کرنے شروع کردیں تو سوائے غلطی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ عالم کو چاہیئے کہ ہر آیت کی تشریح کرتے وقت قرآن مجید اور احادیث صحیحہ پر گہری نظر رکھے اور تمام آیات اور احادیث کے مجموعی نتیجہ کو اپنا رہنما بنائے۔

(۱) صلاح الدین صاحب نے اپنے مضمون کے ساتھ کفایت اللہ صاحب کے ایک خط کا بھی کچھ حصہ شائع کیا ہے۔ خط بالکل بچکانہ ہے تاہم اس کا شائع کرنا ثابت کرتا ہے کہ اب صلاح الدین صاحب مخالفت برائے مخالفت پر اتر آئے ہیں اور ہمارے خلاف ہر مضمون کو خواہ وہ معیاری ہو یا نہ ہو اپنے رسالہ میں شائع کر سکتے ہیں۔

(۲) کفایت اللہ صاحب کا قصہ یہ ہے کہ وہ چند سال پہلے عید کی نماز پڑھ کر عید گاہ سے سیدھے ریلوے اسٹیشن پہنچے اور کراچی آئے۔ بوقت ملاقات ان کو منجملہ اور اشیاء کے پتیلے دہی میں پڑی ہوئی بُنکیاں کھانے کے لئے پیش کی گئیں۔ وہ انہیں انگلیوں سے کھاتے رہے۔ بنکیاں ہاتھ میں رہ جاتی تھیں اور دہی پیالے میں گر جاتا تھا۔ انہوں نے چمچہ استعمال نہیں کیا۔ دوسری مرتبہ جب وہ ملاقات کو آئے تو پھر کوئی ایسی ہی چیز پیش کی گئی۔ انہوں نے چمچہ پھر استعمال نہیں کیا۔ اسی اثناء میں ان سے سوال کیا گیا: آپ ریل میں آئے یا اونٹ پر۔ کہنے لگے: ریل میں۔ اس کے بعد انہوں نے فوراً چمچہ اٹھایا اور اس کے ذریعہ کھانے لگے۔

(۳) کفایت اللہ صاحب نے سوال کیا ہے کہ ہم نے "تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اِمَامَهُمْ" کے کئی ترجمے کئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا ہے؟

تمام ترجموں کا مفہوم ایک ہی ہے لہٰذا اعتراض لایعنی ہے۔ "هُمْ" کا ترجمہ اگر "اُن" کیا ہے تو عربی متن کے لحاظ سے اور اگر "اُس" کیا ہے تو اردو کے قواعد اور محاورہ کے لحاظ سے اس لئے کہ "هُمْ" کا مرجع "جماعة" اور وہ اردو کے لحاظ سے واحد ہے۔ عربی زبان میں اسم جمع کے لئے عموماً مذکر اور جمع کے صیغے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً:-

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ (هُوْد ـ ۹۳) اور اے میری قوم تم اپنی جگہ پر عمل کرو۔

اس جملہ میں "اِعْمَلُوْا" اور "كُمْ" دونوں جمع مذکر کے صیغے ہیں جو "قوم" کے لئے

استعمال ہوئے ہیں۔

مولوی عبدالستار خاں صاحب لکھتے ہیں :۔ عبارت میں اُن کا استعمال عموماً جمع کی طرح ہوگا:
قَوْمٌ صَالِحُوْنَ (تسہیل الادب فی لسان العرب المعروف بہ عربی کا معلم جدید حصہ اول ص۳۱)
الغرض متن کے لفظی ترجمہ کے لحاظ سے "اُن" صحیح ہے اور اردو کے قواعد کے لحاظ سے "اُس" صحیح ہے۔

"تاریخ الاسلام والمسلمین" کے آخر سے حدیث "تلزم جماعة المسلمین وامامھم" ہم نے نہیں نکالی۔ یہ کاپی جوڑنے والے کی غلطی ہے کہ اُس نے دو جگہ "جماعت المسلمین" کی دعوت کی قلم لگادی۔

(۴) کفایت اللہ صاحب پوچھتے ہیں : آپ جماعت المسلمین کا ترجمہ "مسلمین کی جماعت" کیوں نہیں کرتے (ملخصاً۔ تکبیر شمارہ ۹ مؤرخہ ۴ مارچ ۱۴۱۳ھ ص۱۱ کالم ۲)

اردو میں عربی کے سیکڑوں مرکبات استعمال ہوتے ہیں لہٰذا ترجمہ کرتے وقت مرکب کو توڑنے کی ضرورت نہیں۔ کفایت اللہ صاحب تو اس لئے توڑ رہے ہیں کہ مرکب "جماعت المسلمین" باقی نہ رہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر اردو میں باقی نہ رہے گا تو عربی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں تو باقی رہے گا اور یہی مطلوب ہے۔ جو الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلے تھے آخر ان سے کیا چڑ ہے؟

(۵) کفایت اللہ صاحب پوچھتے ہیں :۔ آپ سنن ابوداؤد کی کتاب الفتن کی احادیث اس حدیث تلزم جماعة المسلمین کی تشریح میں کیوں پیش نہیں کرتے (حوالہ مذکور ص۱۱ کالم ۲)

ان احادیث کی سندوں میں اختلاف ہے۔ راوی کا نام بدلتا رہتا ہے۔ وضاحت کے ساتھ چار زمانوں کا ذکر نہیں ہے۔ متن کے لحاظ سے وہ یکساں نہیں ہیں۔ مزید برآں ان کا متن صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث کے خلاف ہے لہٰذا وہ معلول ہیں اور قابل حجت نہیں۔

(۶) کفایت اللہ صاحب پوچھتے ہیں :۔ "ہمیں وہ تاریخی موڑ بتایا جائے جہاں پہنچکر "جماعت المسلمین" کا وجود اچانک ہی مٹ گیا ہو" (حوالہ مذکور ص۱۱ کالم ۳)

اس کا جواب کفایت اللہ صاحب نے خود دے دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "ورنہ مسلمانوں کی جماعت یا ملت تو ہمیشہ رہی ہے" (حوالہ مذکور)

کفایت اللہ صاحب "جماعت المسلمین" کا ترجمہ مسلمانوں کی جماعت کرکے "جماعت المسلمین" کو مٹانا چاہتے ہیں۔ "جماعت المسلمین" اچانک نہیں مٹا کرتی۔ اس کے لئے ایک فطری وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مزید برآں "جماعت المسلمین" عموماً عقائد کی تبدیلی سے مٹتی ہے اور عقائد نظر نہیں آتے لہذا جماعت المسلمین کا مٹنا بھی نظر نہیں آتا۔ جماعت المسلمین کا مٹنا بتدریج ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کے مٹنے کا نقشہ بہت اچھا کھینچا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

انہم اطمأنوا بالتقلید و دبّ التقلید فی صدورہم دبیب النمل وہم لا یشعرون۔ فنشأت بعدہم قرون علی التقلید الصرف لا یمیزون الحق من الباطل ولا اقول ذلک کلیا مطردًا فان للہ طائفۃ من عبادہ لا یضرہم من خذلہم وہم حجۃ اللہ فی ارضہ و ان قلوا ولم یأت قرن بعد ذلک الا وہو اکثر فتنۃ و اوفر تقلیدًا و اشد انتزاعًا للامانۃ من صدور الرجال حتی اطمأنوا بترک الخوض فی امر الدین وبان یقولوا : اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا عَلٰی اُمَّۃٍ وَ اِنَّا عَلٰی اٰثَارِہِمْ مُّقْتَدُوْنَ وَ اِلَی اللہ المشتکی وہو المستعان وبہ الثقۃ وعلیہ التکلان (الانصاف)

لوگ تقلید پر مطمئن ہو گئے اور تقلید ان کے دلوں میں اس طرح داخل ہوئی جس طرح چیونٹی چلتی ہے اور انہیں خبر بھی نہیں ہوئی۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوئے جو تقلید محض کے پرستار تھے، باطل سے حق کو تمیز نہ کر سکتے تھے اور یہ بات میں تمام لوگوں کے متعلق نہیں کہہ رہا کیونکہ اللہ کے بندوں میں سے ایک جماعت اللہ کی بھی ہوتی ہے جن کو کسی کی مخالفت نقصان نہیں پہنچاتی اور وہ اللہ کی زمین اللہ کی حجت ہوتے ہیں اگرچہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہوں پھر اس کے بعد جو قرن بھی آیا فتنہ زیادہ ہوتا گیا، تقلید کی فراوانی ہوتی چلی گئی اور لوگوں کے قلوب سے امانت شدت کے ساتھ نکلتی چلی گئی یہاں تک کہ لوگوں نے دینی معاملات میں غور کرنا چھوڑ دیا اور اس آیت کا مصداق بن گئے : "ہم نے اپنے آباء کو اس طریقہ پر پایا اور ہم تو انہیں کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے" اللہ ہی سے شکایت ہے، وہی مددگار ہے، اسی پر اعتماد ہے اور اسی پر توکل۔

(۷) کفایت اللہ صاحب سوال کرتے ہیں "کیا آپ اپنے دعوے کے مطابق وہ حدیث دکھا سکتے ہیں جس میں امیر جماعت المسلمین کے الفاظ ہوں"۔ (حوالہ مذکور ص۱۱ کالم ۳)

"جماعت المسلمین" حدیثوں میں موجود ہے۔ امیر کا لفظ حدیثوں میں موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ پھر جماعت المسلمین کا امیر "امیر جماعت المسلمین" ہی ہوگا۔ کفایت اللہ صاحب کا یہ سوال ہمارے اس سوال کا کہ "اہلحدیث" نام حدیث میں دکھاؤ کا الزامی جواب ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ "اہلحدیث" کی جگہ "مسلمین" کا لفظ قرآن مجید اور احادیث میں موجود ہے لہٰذا "اہلحدیث" کی جگہ "مسلمین" نام ہونا چاہیئے۔ اب اگر کفایت اللہ صاحب "امیر جماعت المسلمین" کی جگہ آیت یا حدیث سے دوسرا نام بتادیں تو ہم اُسے یقیناً رکھ لیں گے۔ ہم نہیں اڑیں گے جس طرح اہلحدیث حضرات اپنے بے ثبوت نام پر اڑے ہوئے ہیں۔

صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں :۔

"ان سوالات اور وضاحتوں سے پتہ چلتا ہے کہ مسعود احمد صاحب کے موقف کی پوری عمارت حدیث کے غلط ترجمہ پر مبنی ہے"(حوالہ مذکور ص۱۲ کالم ۲)

ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ترجمہ بالکل صحیح ہے لہٰذا ہمارا نام "جماعت المسلمین" بالکل صحیح ہے۔ فللہ الحمد۔ صلاح الدین صاحب کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ صلاح الدین صاحب کو جماعت المسلمین اور اس کے امیر سے بڑا بغض ہے۔

ضمیمہ ۳

ایک صاحب نے محمد صلاح الدین صاحب کے مضمون "مسلمان کون ہے، کون نہیں" پر اپنا تبصرہ لکھ کر موصوف کو روانہ فرمایا اور اس تبصرہ کی ایک نقل ہم کو ارسال کی۔ ہم ان کے تبصرے کو اپنے کتابچہ "الجماعۃ" میں بطور ضمیمہ ۳ شائع کر رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) آپ نے لکھا ہے کہ: "ہر کلمہ گو مسلمان محمد رسول اللہؐ کی "جماعت المسلمین" میں شامل ہے" نیز یہ کہ: "حضورؐ کی قائم کردہ "الجماعۃ" کبھی معدوم نہیں ہوگی اور اس کا بانی، ہادی و راہنما دائمی امیر ہے"۔ یہاں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اگر ہر کلمہ گو "جماعت المسلمین" میں شامل ہے تو پھر وہ ۷۲ فرقے کون سے ہیں جن کو جہنمی کہا گیا۔ کلمہ گو تو وہ فرقے بھی ہیں۔ دوم یہ کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا کیا مطلب ہوگا کہ "تم تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جانا خواہ اس صورت میں تم کو درختوں کی جڑیں چبانی پڑیں اور اسی حالت میں تم کو موت آجائے"۔ سوم یہ کہ اگر "جماعت المسلمین" یا "الجماعۃ" کبھی معدوم نہ ہوگی تو پھر صحابیٔ رسول کا یہ سوال کہ "اگر مسلمین کی جماعت ہو نہ امام ہو" بے معنی ہو جاتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان صحابیؓ کی تصحیح کرتے ہوئے یہ نہ فرمایا کہ ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی وقت مسلمین کی جماعت نہ ہو بلکہ آپ نے صحابیؓ کے سوال کا یہ جواب دیا کہ اگر ایسی صورت پیش آئے کہ مسلمین کی جماعت اور امام نہ ہو تو اس صورت میں تم تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جانا۔ صحابی رضؓ کے سوال اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ "الجماعۃ" یا "جماعت المسلمین" کے کسی وقت میں معدوم ہونے کا امکان ہے۔ پس آپ کا یہ کہنا کہ "الجماعۃ کبھی معدوم نہ ہوگی اور اس کا بانی دائمی امیر ہے" محل نظر ہے۔

(۲) اگر تمام فرقے "الجماعۃ" کا جزو ہیں تو ان سے علیحدگی کیسے ہو سکتی ہے؟

(۳) آپ نے لکھا ہے کہ "مسعود احمد صاحب کے ہاں ایسی کوئی درجہ بندی نہیں۔ آدمی مسلم ہوگا یا کافر اور مشرک"۔ میرے خیال میں آپ کا مفہوم کچھ واضح نہیں۔ ویسے اس سلسلے میں مسعود احمد صاحب

کی بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی یہی ہے کہ "حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں"۔ (سورہ یونس : ۳۲) اس لئے جو آدمی حق پر نہ ہوگا وہ گمراہ ہوگا۔ جو مسلم نہ ہوگا وہ کافر ہوگا۔ ہاں مسلم کے درجات ہو سکتے ہیں۔ کوئی سابق بالخیرات ہوگا کوئی گنہگار ہوگا۔ کوئی اعلیٰ درجے کا مسلم ہوگا کوئی ادنیٰ درجے کا مسلم ہوگا لیکن جو ادنیٰ درجے کا مسلم ہے مسلم تو وہ بھی ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بات سہواً لکھ دی ہے یا اس سے آپ کی مراد کچھ اور ہے۔ اس کی وضاحت آپ خود ہی کر دیں تو بہتر ہے۔

(۴) آپ نے لکھا ہے "مسعود احمد صاحب ائمہ اربعہ کو متوازی اسلام کا بانی قرار دیتے ہیں"۔ آپ کی یہ بات صحیح نہیں۔ اس سلسلے میں آپ کی توجہ الفرقۃ الجدیدۃ کے تکبیر ص ۹ کالم ۳ کی طرف دلانا چاہوں گا جہاں مسعود احمد صاحب نے لکھا ہے کہ: "ائمہ دین نے نہ یہ مذاہب بنائے اور نہ یہ فرقے بنائے۔ یہ بعد کی چیزیں ہیں جو بعد والوں نے ان کی طرف منسوب کر دی ہیں"۔ اس وضاحت سے معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔

(۵) آپ نے لکھا ہے کہ: "امام بخاریؒ جب صحیح اور غلط روایات کی چھان بین کرنے بیٹھے تو ۶ لاکھ احادیث میں سے وہ ۶ ہزار پر یعنی صرف ایک فیصد پر مطمئن ہو سکے"۔ یہ بات صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت امام بخاریؒ نے خود فرمایا ہے کہ میں نے بہت سی صحیح حدیثیں صحیح بخاری میں اس لئے درج نہیں کیں کہ یہ کتاب بہت ضخیم نہ ہو جائے۔ (مقدمہ ترجمہ صحیح بخاری مطبوعہ تاج کمپنی کراچی)

(۶) آپ نے لکھا ہے کہ: "مسعود احمد صاحب قرآن اور حدیث دونوں کو یکساں درجہ دیتے ہیں اور ان کے نزدیک دونوں مبنی بر وحی اور منزل من اللہ ہیں"۔ میرا خیال ہے کہ یہ عقیدہ تو علمائے احناف کو بھی تسلیم ہے۔ مثال کے طور پر حکیم احمد اللہ ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ "سنّت بھی وحی ہے، وحی الٰہی کی قسموں میں ایک پورا قرآن مجید ہے اور دوسری قسم سنّت نبوی ہے جس کی طرف قرآن کی یہ آیت ناطق ہے "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ سنّت بھی وحی کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے"۔ اس کے بعد حکیم صاحب نے اپنی دلیل میں ابو داؤد۔ ترمذی اور ابن ماجہ کی ایک روایت پیش کی ہے۔ اس کے بعد حضرت حسان بن عطیہ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت جبریلؑ سنّت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نازل ہوتے تھے جس طرح قرآن لے کر آپؐ کے پاس اترتے تھے اور آپؐ کو سنّت کی ویسی ہی تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن مجید کی تعلیم آپؐ کو دیتے تھے۔ (تاریخ حدیث و محدثین مطبوعہ انجمن اشاعت قرآن

عظیم۔ نیوٹاؤن جامع مسجد کراچی)۔ دوسرے عالم شیخ الحدیث ابو الزاہد محمد سرفراز حنفی خطیب جامع مسجد گکھڑ (ضلع گوجرانوالہ) اپنی کتاب "شوقِ حدیث" میں لکھتے ہیں ۔" اللہ تعالیٰ کے رسولؐ نے بھی (بہت سی اشیاء کا) حرام ہونا بیان کیا ہے سو وہ ویسا ہی حرام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے (ترمذی و مستدرک و ابن ماجہ و مشکوٰۃ) اور ان کی ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا خبردار بے شک مجھے کتاب اللہ دی گئی ہے اور (استدلال و احتجاج میں) اس کی مثل بھی اس کے ساتھ دی گئی ہے (وہ حدیث و سنت ہے) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : وَمَا اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ اور جو اللہ نے تم پر کتاب و حکمت اتاری ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسے کتاب منزل من اللہ ہے اسی طرح حکمت بھی منزل من اللہ ہے اور حکمت سے مراد سنت ہے تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص۱۸۴ اور اس پر سلف کا اتفاق ہے کتاب الروح ص۱۲ (شوق حدیث ص۱۸) حضرت امام بخاریؒ نے کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ میں ایک باب باندھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی ایسے مسئلے کے بارے میں پوچھا جاتا جس کے متعلق آپؐ پر وحی نازل نہ ہوئی ہوتی تو آپؐ فرماتے تھے "میں نہیں جانتا یا آپ جواب ہی نہ دیتے تھے اور رائے اور قیاس سے جواب نہ دیتے تھے ۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؐ خاموش رہے یہاں تک کہ اس بارے میں وحی نازل ہوئی (صحیح بخاری شریف مطبوعہ تاج کمپنی ج ۹ ص۲۳۶)

(۷) آپ نے لکھا ہے کہ "قرآن میں سندِ روایت کا مسئلہ سرے سے موجود نہیں جبکہ احادیث کی درجہ بندی اسی پر مبنی ہے ۔" یہ مسلّم کہ احادیث کی صحت کا مدار ان کی اسناد پر ہے لیکن جب کسی حدیث کی صحت ثابت ہو جائے اور یہ یقین حاصل ہو جائے کہ واقعی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ۔ کیا اس کے بعد بھی اس کے واجب الاتباع ہونے میں کوئی اختلاف ہو سکتا ہے؟

(۸) آپ نے لکھا ہے "مسعود احمد صاحب کے پورے لٹریچر میں عقائد و افکار پر زیادہ زور ہے اعمال اور بالخصوص معاملات پر کم ۔" مسعود احمد صاحب کا لٹریچر میری نظر سے بھی گذرا ہے اور اکثر ان کی جماعت کے اجتماعات میں بھی شرکت کا موقع ملا ہے ۔ میں نے نوٹ کیا ہے کہ وہ اعمال پہ بہت زور دیتے ہیں ۔ سنت کی اہمیت ان کے لٹریچر میں جا بجا واضح ہے ۔ ایسی سنتیں جن کو اکثر علماء کوئی اہمیت نہیں دیتے ۔ مسعود احمد صاحب ان سنتوں پہ خود بھی بڑی سختی سے عمل کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی کرواتے ہیں مثلاً ہر چیز کو سیدھے ہاتھ سے لینا سیدھے ہاتھ سے دینا ۔ جوتی پہنتے وقت

پہلے دائیں پیر میں پہننا، اتارتے وقت پہلے بائیں پیر سے اتارنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان کا لٹریچر تو اتباعِ سنّت کی تاکید سے بھرا ہوا ہے حتّٰی کہ وہ تارکِ سنّت کو ملعون کہتے ہیں بمطابق حدیثِ نبوی کہ : "چھ آدمی ہیں جن پر میری بھی لعنت ہے اور اللہ کی بھی"۔ تفسیر قرآن عزیز میں تو ہر باب کے آخر میں انہوں نے "عمل" کا مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود یہ کہنا کہ ان کے لٹریچر میں اعمال پر زور کم ہے بعید از انصاف بات ہے۔ رہی یہ بات کہ "عقائد" اور "اعمال" میں سے کونسی چیز زیادہ اہم ہے تو ظاہر ہے عقائد کی اہمیت زیادہ ہے اور یہ بات خود قرآن مجید (سورۂ توبہ : ۱۹) سے ثابت ہے۔ لہٰذا یہ بات بھی غلط نہیں ہے۔

(۹) آپ نے لکھا ہے کہ "اللہ کی صفت رحم وکرم کا تو یہ عالم ہے کہ وہ غیر مسلموں کو بھی ایمان اور عمل صالح پر اجر وانعام کی بشارت دے رہا ہے"۔ یہاں یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ کوئی شخص ایمان لانے کے بعد بھی غیر مسلم کیسے رہ سکتا ہے۔ اس سے آگے آپ نے لکھا ہے : "آخری نبیؐ کو ماننے کی شرط بھی سرے سے ساقط کر دی گئی ہے"۔ یہ تو آپ نے بہت بڑی بات لکھ دی! اس لحاظ سے تو قادیانی بھی اللہ تعالیٰ کے اجر وانعام کے مستحق قرار پائیں گے جبکہ وہ تو بزعم خود آخری نبیؐ کو بھی مانتے ہیں۔

جہاں تک میرے ناقص علم کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ پر ایمان لانا لازمی ہے۔ جو آپ پر ایمان نہ لائے گا وہ نہ مؤمن ہوگا نہ مسلم جبکہ قرآن مجید میں اجر وانعام کی جو بشارتیں ہیں وہ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھنے والوں کے لئے ہیں۔ یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اللہ پر ایمان لانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا بھی شامل ہے اور یہ بات خود فرمانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ثابت ہے۔ جب قبیلہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا اور چار باتوں سے منع فرمایا۔ آپ نے ان کو اللہ اکیلے پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے ان سے پوچھا "کیا تم جانتے ہو کیلے اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟" انہوں نے کہا "اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں"۔ آپ نے فرمایا : "(اللہ اکیلے پر ایمان لانا یہ ہے کہ) گواہی دینا اس بات کی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں (صحیح بخاری شریف۔ کتاب الایمان باب اداء الخمس

من الایمان) پس ثابت ہوا کہ اللہ پر ایمان لانے میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانا بھی شامل ہے۔

(۱۰) آپ نے لکھا ہے کہ "ائمہ اربعہ سے استفادہ کی صورت وہی ہے جو جماعت المسلمین کے ارکان اپنے امام سے بیعت کرنے کے بعد اختیار کئے ہوئے ہیں۔" ائمہ اربعہ سے استفادہ کی بات کچھ صحیح نہیں۔ اس کے لئے صحیح لفظ "تقلید" ہی ہے اور ائمہ اربعہ کے مقلدین اپنے امام کے قول یا فتوے کو حجتِ شرعیہ مانتے ہیں جبکہ جماعت المسلمین کے ارکان اپنے امام کے قول کو حجت نہیں سمجھتے۔ اس کے برعکس ان کے ہر قول کے ثبوت کے لئے کسی دلیل یعنی قرآن یا حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں۔ لہٰذا تقلید اور استفادہ کی ان دونوں صورتوں میں بہت فرق ہے۔

۲۷ر شعبان ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۰ر فروری ۱۹۹۳ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم	صرف ایک	یعنی : اللہ تبارک وتعالےٰ	.. اللہ کے سوا کوئی نہیں
ہمارا امام	صرف ایک	یعنی : محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	.. فرقہ وارانہ امام نہیں
ہمارا دین	صرف ایک	یعنی : اللہ کا پسند کردہ دین اسلام	.. فرقہ وارانہ مذہب نہیں
ہمارا نام	صرف ایک	یعنی : اللہ کا رکھا ہوا نام مسلمین	.. فرقہ وارانہ نام نہیں
بنیادِ محبت	صرف ایک	یعنی : اللہ تعالےٰ سے تعلق	.. دُنیوی تعلقات نہیں
وجہِ افتخار	صرف ایک	یعنی : ایمانُ باللہ العظیم	.. وطن اور زبان نہیں

اگر آپ ہماری اس دعوت سے متفق
ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔
تعارفی پمفلٹ مفت طلب فرمائیں۔

جماعت المسلمین

JAMAAT-UL-MUSLIMEEN [INDIA]

[Preaching pure and unadulterated Islam]

www.india.aljamaat.org

Flat #204, Saleem Masood Complex,
Nizam Colony, Toli chowki,
Hyderabad – 500 008 (A.P.)
Cell: 9246343676 / 7396620946